تذکرہ

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ اور عالم،

اویسِ زمانہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۰۸ھ ـــ ۱۳۱۳) کے سوانح حیات،

حالات و کمالات و ارشادات و ملفوظات۔

مرتبہ

سید ابوالحسن علی ندوی

Marfat.com

تذکرہ

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ اور عالم،

اویسِ زمانہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۰۸ھ ـــ ۱۳۱۳ھ) کے سوانح حیات،

حالات و کمالات و ارشادات و ملفوظات۔

مرتبہ
سید ابوالحسن علی ندوی

Marfat.com

قیمت 6

بار دوم ۱۰۰۰

مطبوعہ ... ... انتظامی پریس کانپور

طابع ... ... خواجہ عبدالوحید

ناشر:- مکتبۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء - بادشاہ باغ - لکھنؤ

Marfat.com

فہرست

نمبرشمار	مضامین	صفحہ	نمبرشمار	مضامین	صفحہ
(۱)	مقدمہ	۹	۵	اُجرتِ کتابت	۳۰
(۲)	مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ	۱۵	۶	دہلی کا سفر	۳۰
	(از مولانا حکیم سید عبدالحیؒ)		۷	تعلیم	۳۱
(۳)	اجداد و شیوخ	۱۸	۸	مرشد کا آپ کے ساتھ معاملہ	۳۲
۱	اجدادِ کرام	۱۸	۹	شادی و مرادآباد کی سکونت	۳۳
۲	حضرت شاہ مصباح العاشقینؒ	۱۸	۱۰	معاشرت و سامانِ معیشت	۳۴
۳	شیوخِ کبار	۲۱	۱۱	ایک شورش	۳۴
۴	حضرت شاہ محمد آفاقؒ	۲۲	۱۲	پوشاک	۳۵
۵	حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ	۲۳	۱۳	وجاہت و محبوبیت	۳۶
۶	حضرت خواجہ محمد زبیرؒ	۲۴	۱۴	معمولات و اوقات	۳۶
۷	حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ	۲۶	۱۵	تہجد کے وقت	۳۸
۸	حضرت خواجہ محمد معصومؒ	۲۶	۱۶	تہجد و بیداری کا اہتمام	۳۹
(۴)	حالات و معمولات	۲۸	۱۷	معتقدین و زائرین کا ہجوم اور اُن کی رخصتی	۳۹
۱	والد ماجد	۲۸	۱۸	تحفہ و تبرک	۴۰
۲	ولادت	۲۸	۱۹	خفگی اور اس کا سبب	۴۱
۳	آپ کا بچپن	۲۸	۲۰	زمانۂ آخر	۴۱
۴	مزدوری	۳۰	(۵)	درد و محبت اور ذوق و شوق	۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	ایک آیت پر کیفیت	۴۲	۱۱	ولایت کی تعریف	۵۳
۲	اللہ کے معنی زبان ہندی میں	۴۳	۱۲	رسوم کی ناپسندیدگی	۵۳
۳	حدیث دوست	۴۳	۱۳	چہلم و عرس کی ممانعت	۵۴
۴	محبت و نسبت کے بغیر زندگی بیکار	۴۴	۱۴	بدعات و رسوم کی مخالفت	۵۴
۵	عشق کی دکان	۴۴	۱۵	احکام و مسائل شریعت کا احترام	۵۵
۶	اللہ و رسول پر جان قربان کرنا چاہئے	۴۴	۱۶	حدیث و فقہ کی عظمت	۵۵
۷	پریم کا پیالہ	۴۴	۱۷	علم و علماء کا احترام	۵۶
۸	اللہ کی محبت میں مزہ	۴۵	(۷)	**قرآن و حدیث سے عشق**	۵۸
۹	درد عاشق	۴۵	۱	قرآن کی لذت و دولت	۵۸
۱۰	اشعار عاشقانہ	۴۶	۲	شغل حدیث	۵۹
۱۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و عشق	۴۹	۳	حدیث سے خوشی	۵۹
(۶)	**اتباع سنت و احترام شریعت**	۵۰	۴	حدیث پڑھنے میں توجہ الٰہی	۵۹
۱	علوئے مرتبہ کا سبب	۵۰	۵	حدیث کا فیضان	۶۰
۲	شریعت کے بغیر کچھ نہیں	۵۰	۶	حدیث و قرآن کی مزاولت کے اثرات	۶۰
۳	اتباع سنت کا درجہ	۵۰	۷	درس حدیث کے وقت سرور و فیض	۶۰
۴	اتباع کے معنی	۵۱	۸	درس حدیث کی کیفیت	۶۰
۵	اتباع شریعت کی تاثیر	۵۱	۹	حدیث کے انکار کو کوئی نہیں پاتا	۶۱
۶	اذکار و اوراد میں حدیث کی پیروی	۵۱	۱۰	حدیث انتقال کے وقت	۶۱
۷	ماثور دعائیں	۵۲	۱۱	حدیث دم واپسیں تک	۶۲
۸	درود شریف کی اہمیت	۵۲	(۸)	**بذل و عطا**	۶۳
۹	اتباع سنت کا مفہوم	۵۳	۱	نفع عام و خدمت خلق کا جذبہ	۶۳
۱۰	فنائی الرسول کا مطلب	۵۳	۲	تحائف اور کتابوں کی تقسیم	۶۴

Marfat.com

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۳	وزیرِ اودھ کا نذرانہ اور اس کی تقسیم	۶۵
۴	حق ہمسائگی	۶۵
۵	شرفا اور غربا کی مدد کا طریقہ	۶۶
(۹)	**زہد و توکل**	۶۷
۱	روپئے کی قدر	۶۷
۲	روزمرہ کے خرچ کا قاعدہ	۶۷
۳	فقیر کی دولت	۶۸
۴	حاتم دگراں و گدائے خویشتن	۶۹
۵	کیمیا و دست غیب سے بیزاری	۷۰
۶	لاکھ روپئے پر خاک	۷۰
۷	اہل حکومت و وجاہت کی بے وقعتی	۷۱
(۱۰)	**فیض و تاثیر**	۷۳
۱	گریۂ محبت	۷۳
۲	کلام کی تاثیر	۷۳
۳	اسماء حسنیٰ کا بیان	۷۴
۴	غیر مسلموں کا قبولِ اسلام	۷۴
۵	دولار کا تعویذ	۷۴
۶	لسانی توجہ	۷۵
۷	ایک شعر باعث توبہ و اصلاح	۷۵
۸	ایک شعر کا اثر	۷۶
۹	بیسواؤں کی توبہ	۷۷
۱۰	صحبت و توجہ کی تاثیر	۷۷

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
(۱۱)	**کمالِ علمی**	۷۹
۱	نمازِ قصر کا ایک مسئلہ	۷۹
۲	کتابوں کے اغلاط کی تصحیح	۸۰
۳	احادیث پر عبور	۸۰
۴	اختلافِ قرأت پر نظر	۸۱
۵	تفسیر و نکاتِ قرآن	۸۱
(۱۲)	**قرآن و حدیث کے الفاظ کے ہندی ترجمے**	۸۲
۱	ایک حدیث کا ترجمہ	۸۲
۲	تسبلت کا ترجمہ	۸۲
۳	درود کا ترجمہ	۸۲
۴	تجلّی کا ترجمہ	۸۲
۵	بدیع کا ترجمہ	۸۳
۶	نفی و اثبات کا ترجمہ	۸۳
۷	زینۃ الحیٰوۃ	۸۳
۸	ترجمہ قرآن کے کچھ نمونے	۸۳
(۱۳)	**علالت اور وفات**	۸۵
۱	علالت کی ابتدا	۸۵
۲	اتباعِ سنت کا اہتمام اور درسِ حدیث	۸۶
۳	حدیث شریف کا آخری سبق	۸۶
۴	ایک نعتیہ شعر اور کیفیت	۸۶
۵	ایک شعر پر رقت	۸۷
۶	صلحائے امت کا مرتبہ	۸۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷	محویت و استغراق کی زیادتی	۸۷	۲۸	غسل و تکفین	۹۵
۸	صبر کی فضیلت اور حضرت ابو بکرؓ کی منقبت	۸۷	۲۹	نماز جنازہ و تدفین	۹۶
۹	مرشد کی یاد	۸۸	۳۰	خواص اہلِ تعلق کی آمد اور ان کا تاثر	۹۶
۱۰	اولیاء امت کا درجہ	۸۸	۳۱	قرض کی ادائی	۹۷
۱۱	دعاء تسہیل	۸۹	(۱۴)	گنج مراد آباد کی حاضری اور اسکے تاثرات	۹۸
۱۲	مریدوں کی تلقین	۸۹	۱	نگاہِ مرشد	
۱۳	رضا بالقضاء	۸۹		از مولانا سید محمد علی مونگیری (بانیِ ندوۃ العلماء)	
۱۴	مناقب خلفاء اربعہؓ	۹۰	۲	جذبِ دل	۱۰۳
۱۵	بشارات	۹۰		از مولانا حکیم سید عبدالحیؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء)	
۱۶	فناء کامل	۹۰	۳	آستانۂ فقیر	۱۰۹
۱۷	حدیث کا تقاضہ	۹۰		از نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی	
۱۸	اہلِ تعلق کے لئے دعا	۹۱	۴	گنج بے رنج	۱۱۳
۱۹	ذکرِ جلی	۹۱		از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	
۲۰	محبین و زائرین کا ہجوم	۹۱	۵	سفر سعادت از صفی الدولہ نواب علی حسن خاں مرحوم، فرزند	۱۲۳
۲۱	حدیث کی تلاوت بالیس پر	۹۲		نواب صدیق حسن خاں مرحوم	
۲۲	وقتِ اخیر	۹۲	۶	گنج مراد	۱۲۷
۲۳	غایتِ اتباعِ سنت	۹۳		از مولوی عباد علی صاحب کرسوی مرحوم	
۲۴	ساعتِ وداع	۹۳	۷	مکتوب لطیف از مولانا مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی، سابق صدر	۱۳۶
۲۵	سکینت و رحمت	۹۳		شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	
۲۶	وفات	۹۳			
۲۷	آثارِ قبولیت و رحمت	۹۴	(۱۵)	اولاد و احفاد	۱۴۱

Marfat.com

می نہ روید تخم دل از آب و گل

بے نگاہے از خداوندانِ دل

اقبال

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

چودھویں صدی ہجری کی ابتدا کے مشہور بزرگ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کی یہ سوانح حیات ہے) ایک روز مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحؒ سے فرمایا: "تم نے کوئی عشق کی دکان بھی دیکھی ہے؟" مولانا محمد علی نے سکوت کیا۔ آپ نے فرمایا:۔ "ہم نے دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ غلام علی صاحب کی، اور دوسری حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی، کہ اس دکان میں عشق کا سودا بکا کرتا تھا۔"[1]

ہماری اس صدی کے آغاز میں اگرچہ انگریزوں کے دم قدم سے مادیت کے قدم اس ملک میں جم گئے تھے، اور اہلِ دل بڑے درد سے کہہ رہے تھے، کہ:۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

پھر بھی عشقِ الٰہی کی کہیں کہیں دکانیں قائم تھیں، جہاں سے جذب وشوق اور دردِ محبت کا سودا ملتا تھا۔ ان دکانوں میں "دو" دکانیں خاص طور پر مرجع خاص وعام تھیں، ایک

---

[1] فضل رحمانی حصۂ دوم۔ ص ۲۹

گنگوہ[1] میں، اور ایک گنج مراد آباد[2] میں، دونوں نے اپنی اپنی جگہ درد و محبت اور اتباعِ سنت کا بازار گرم کر رکھا تھا، اور اس جنسِ نایاب کو وقفِ عام کر دیا تھا۔

یوں تو اس دنیا میں خدا کا دیا سب کچھ ہے، لیکن اگر اس بھرے بازار میں ایک درد و محبت ہی کی "دکان" نہیں، جہاں سے قلب کی حرارت اور عشق کی دولت مل سکتی ہے، تو پھر دنیا ایک قمار خانہ اور زندگی محض "سود و سودا مکر و فن" ہے، اور اس میں وہی زیادہ کامیاب ہو گا، جو اس فن میں طاق ہو گا۔ ؎

من کی دنیا من کی دنیا، سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن

اس زندگی کی آبرو اور اس باغِ ہستی کی ساری بہار اور سارا وقار اور اس دنیا کا سارا ہنگامۂ وجود اسی "درد و محبت" کے دم سے ہے، اس کے بغیر یہ محفل سونی اور یہ گھر بے چراغ ہے "خرمنِ کائنات" بس یہی ایک کام کا دانہ ہے، اگر یہ نہیں تو پھر سب خس و خاشاک ہے۔ ؎

در خرمنِ کائنات کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

اہلِ دل نے تو اس دن کو اپنی عمر میں شمار کرنے سے انکار کر دیا ہے، جو "عشق و مستی" کے بغیر گذر گیا، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے سب اہلِ دل کی ترجمانی فرمائی ہے۔ ؎

ناخوش آں وقتے کہ بر زندہ دلاں بے عشق رفت
ضائع آں روزے کہ بر مستاں بہ ہشیاری گذشت

---

[1] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خانقاہ۔ ۱۲ [2] حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی خانقاہ۔ ۱۲

Marfat.com

یورپ کا صنعتی انقلاب اور مادی تہذیب اگرچہ ساری دنیا کا رخ "من" سے "تن" کی طرف پھیر چکی ہے، اور دلوں کی انگیٹھیاں عرصے سے سرد ہیں، عصر حاضر کے اداشناس (اقبالؔ) نے آج سے برسوں پہلے کہا تھا:- ع

دل کے ہنگامے مے مغرب نے کر ڈالے خموش

لیکن ابھی اس خاکستر میں "محبت" کی چنگاری موجود ہے، اور دل کا چراغ بالکل گل نہیں ہوا ہے، خصوصاً ہمارے ملک ہندوستان میں (جس کے خمیر میں درد و محبت ہے) ابھی دل کی یہ پیاس اور روح کی یہ پکار موجود ہے، مادیت کے عروج اور بحران نے بھی کہیں کہیں اس خالص مادیت سے بیزاری اور روحانیت کی تلاش پیدا کر دی ہے، تقسیم کے انسانیت سوز ہنگامہ نے جب دلوں کو زخمی کیا، اور لاکھوں انسانوں نے اس دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی بے وفائی کا منظر دیکھ لیا، تو اُن کو بھی زخم دل کے لئے اس مرہم کی ضرورت ہوئی، آج دلوں کی طرف بے خانماں اور شکستہ دل انسانوں کو اہلِ درد و محبت کے حالات اور تذکروں کی سب سے زیادہ تلاش ہے، یوں بھی آج دماغ پر افکار، شبہات اور غلط معلومات کے لشکروں کا جو نرغہ ہے اس کے مقابلہ کی بھی صورت صرف یہ ہے، کہ دل کی اس مخفی طاقت کو ابھارا جائے، اور عشق و محبت کی چنگاری کو سلگایا جائے، جس کے سامنے افکار و شبہات اور غلط معلومات نے ہمیشہ سپر ڈال دی ہے۔

شاید انھیں سب باتوں کا خیال کر کے میرے مربی و برادرِ معظم ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء[1] برسوں سے تقاضا کر رہے تھے، کہ میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کا تذکرہ مرتب کروں، مولاناؒ کی زندگی میں یہ جوہر (درد و محبت) بہت نمایاں ہے، اُن کے واقعات آج بھی اپنی سادگی کے باوجود دلوں پر تیر و نشتر کا کام کرتے ہیں، درد و محبت، جذب و مستی

---

[1] ۲۱ مئی ۱۹۶۱ء کو آپ نے انتقال کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و غفر لہ

کے ساتھ اتباعِ سنّت، احترامِ شریعت اُور حدیثِ نبویؐ کے ساتھ عشق کا جیسا نمونہ اُن کی زندگی میں ملتا ہے، وہ اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اسی کے ساتھ اُن کی زندگی میں زہد و استغنا کے ایسے موثر واقعات ملتے ہیں جو اس "زرپرستی" کے دَور میں تڑپا دیتے ہیں، اس سب کے ساتھ اُن کی زندگی کا ایک عنصر اُور بھی ہے جس نے ان کو اس نسل سے قریب اُور مانوس کر دیا ہے، وہ اُن کی بے تکلفی و سادگی اُور رسوم سے (دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے) آزادی ہے، اِس بنا پر اُمید کی جاتی ہے کہ استفادہ کا دائرہ وسیع ہوگا۔

اِن محرکات کے علاوہ اِس کتاب کی تالیف کا ایک محرک اُور بھی ہے جو اگرچہ ثانوی ہے مگر عزیز ہے، وہ یہ کہ حضرت مولاناؒ ندوۃ العلماء کے بانیوں اُور اس کے اکثر ابتدائی کارکنوں کے شیخ اُور رُوحانی سرپرست ہیں، حضرت مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ بانیٔ ندوۃ العلماء ان کے خلیفہ اُور محبوب ترین مرید و مسترشد ہیں، ان کے علاوہ ارکان ندوۃ العلماء میں سے مولانا سیّد ظہور الاسلام صاحب فتحپوری، مولانا نور محمد صاحب پنجابی، مولانا سیّد تجمل حسین صاحب بہاری، میرے والدِ محترم مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحب رائے بریلوی (سابق ناظم ندوۃ العلماء)، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مولانا عبدالحق صاحب حقانی، مولانا مسیح الزماں صاحب شاہجہاں پوری (سابق ناظم ندوۃ العلماء) صفی الدولہ حسام الملک نواب سیّد علی حسن خاں (ناظم ندوۃ العلماء) منشی احتشام علی صاحب کاکوروی (معتمد مال) حضرت مولانا کے مریدین میں سے تھے، خود بانیٔ ندوۃ العلماء اُور اکثر علمائے ندوۃ العلماء کے استاد، استاذ العلماء مولانا

لطف اللہ صاحب علیگڈھی مولانا سے ارادت وارتباطِ روحانی رکھتے تھے، اس تعلق کا بھی تقاضا تھا کہ ندوۃ العلماء کی جانب سے (جس کو قائم ہوئے ساٹھ برس سے زیادہ ہو رہے ہیں) اُپنے اس مرکزِ روحانی کی تاریخ و سوانح شائع کی جائے، ناچیز مؤلف پر یہ فرض دو طرح سے عائد ہوتا ہے ایک ندوۃ العلماء کے حقیر خادم کی حیثیت سے، دوسرے اُپنے والد مولانا سیّد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے، اُور اس کو آج یہ فرض اُور منّت و احسان کا یہ قرض اُدا کرتے ہوئے دوگونہ مسرت ہے۔

حضرت مولاناؒ کے حالات ان کتابوں میں منتشر طور پر پھیلے ہوئے ہیں جو آپ کے مریدین و مسترشدین نے آپ کی اخیر زندگی میں یا آپ کے بعد تصنیف کیں، لیکن چونکہ ان کتابوں کا موضوع سوانح اُور تذکرہ نہ تھا، بلکہ ملفوظات وارشادات اُور اپنے مشاہدات و تاثرات کا جمع کرنا تھا، اِس لئے اُن میں کوئی ترتیب یا مضامین کی تقسیم نہیں، مزید یہ کہ یہ کتابیں طرزِ قدیم پر لکھی گئی ہیں، اُور ان میں بہت سے زوائد اُور غیر متعلق مضامین ہیں، اخیر یہ کہ اُب وہ سب نایاب ہیں، ضرورت تھی کہ ان کتابوں سے حالات وواقعات اُور ملفوظات انتخاب کر کے ایک مکمل تذکرہ مرتّب کیا جائے، جو عصرِ حاضر اُور نسلِ جدید کے لئے بھی پوری کشش اُور افادیت رکھتا ہو، اُور جس میں تصوّف کے نظری مسائل اُور عملی تفصیلات نیز دقیق و عمیق مباحث اُور حل طلب اشارات نہ ہوں، اُمید ہے کہ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرے گی۔

اِس کتاب کا بڑا ماخذ مولانا سیّد محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی ارشادِ رحمانی، اُور مولانا سیّد تجمّل حسین صاحب بہاریؒ کی فضلِ رحمانی (۱-۲) کمالاتِ رحمانی، نیز نواب سیّد نور الحسن خاں مرحوم کے رسائل، اُور مولوی عبدالغفار صاحب آسیونی کی ہدیۂ عشاقِ رحمانی ہے۔

رضی الدولہ نواب سیّد نور الحسن خاں (فرزندِ اکبر امیر الملک والاجاہ نواب سیّد صدیق حسن خاں رئیس بھوپال) حضرت مولاناؒ سے بعیت تھے، حضرت مولاناؒ کا ایسا عاشق صادق دیکھنے میں نہیں آیا،

Marfat.com

ان کو ہر ایسے واقعہ اور ایسے جزئیہ کی تلاش رہتی تھی جس کا مولانا سے دور کا بھی تعلق ہو، خود بڑے ذوق و شوق و حُسنِ عقیدت سے رسائل لکھے اور چھپوائے، اور مولانا کے دوسرے خدام و منتسبین سے لکھوائے اور چھپوائے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سلسلہ کا بڑا ذخیرہ تصانیف و معلومات نواب صاحب مرحوم کی توجہ اور محنت کا رہینِ منت ہے، اس کتاب کی ترتیب میں سب سے زیادہ مدد اُن کے کتب خانہ سے ملی، جو کتب خانۂ ندوۃ العلماء میں امانت ہے، غالباً مولانا کے حالات و متعلقہ تصانیف کا اتنا بڑا ذخیرہ کہیں اور نہ ہوگا۔

مناسب سمجھا گیا کہ شروع میں مولانا کا اجمالی تذکرہ مولانا سید عبدالحیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف "نزہۃ الخواطر" کی جلد ہشتم سے نقل کر دیا جائے، جس مؤرخ کے قلم نے پانچ ہزار مشاہیر ہندوستان کا تذکرہ لکھا ہے جس میں سیکڑوں کی تعداد میں مشائخ طریقت اور علمائے شریعت ہیں، اس کی شہادت اور اس کا بیان بڑی اہمیت اور بڑی قیمت رکھتا ہے۔

آخر میں اُن چند مضامین کا اضافہ کر دیا گیا ہے جن میں اکثر مشاہیر اور بعض غیر مشاہیر نے گنج مراد آباد کی حاضری کے واقعات اور اپنے تاثرات و مشاہدات سنائے ہیں، اُن کے مجموعہ سے گنج مراد آباد کا وہ نقشہ اور کیفیات سامنے آجاتی ہیں، جب اس کی مسندِ ارشاد آباد اور اُس کی گلیاں ایک عاشق صادق اور ایک عارف کامل کے انفاسِ طیبہ سے معمور و گرم تھیں، نیز مولانا کی بہت سی وہ خصوصیات اور حالات سامنے آتے ہیں، جو اب کہیں اور سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

یہ "سیپارۂ دل" اُن سب دوستوں کی خدمت میں پیش ہے، جو درد و محبت کے جویا اور اہلِ معرفت و یقین کے حالات کے طالب ہیں۔

ابوالحسن علی
دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۵ ذی قعدہ
۱۳۷۷ھ

Marfat.com

مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ

از:۔ مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ

مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے والد کا نام شاہ اہل اللہؒ تھا، نسب نامہ اس طرح ہے، مولانا فضل الرحمٰن بن شاہ اہل اللہ بن محمد فیاض بن برکت اللہ بن[1] نور محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحیم بن محمد (شاہ مصباح العاشقین) صدّیقی ملانوی ثم مرادآبادی، حدیث میں بلندپایہ بڑے عالی سند، طویل العمر اور اپنے زمانہ کے صاحب مقامات و کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے، ان کا وجود باجود اس دورِ آخر میں اسلام کے لئے شرف و عزّت کا باعث تھا، سنہ ۱۲۰۸ھ میں ملاواں میں پیدا ہوئے، مولانا نور بن انوار انصاری فرنگی محلی اور دوسرے علمائے لکھنؤ سے درسیات پڑھیں، پھر مولانا حسن علی لکھنوی محدّث کی رفاقت میں دہلی کا سفر کیا، اور شاہ عبدالعزیز، شاہ غلام علی اور شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے مشائخ کبار سے ملاقات کی، اور ان کی

---

[1] مولانا کے خاندانی شجرہ میں شیخ برکت اللہ اور شیخ نور محمد کے درمیان دو واسطے اور ہیں، شیخ برکت اللہ بن صوفی عبدالقادر بن مولانا سعداللہ بن مولانا نوراللہ عرف نور محمد۔ ۱۲ (افضال رحمانی صہ ۲۹)۔

Marfat.com

صحبت حاصل کی، اِس سفر میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی، اور صحیح بخاری کے کچھ حصّہ کی سماعت کی، پھر وطن واپس آگئے، اور کچھ عرصہ قیام کیا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات کے بعد دوبارہ دہلی کا سفر کیا، اور اُن کے نواسے شاہ اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ کا درس لیا، اور مدت تک حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی صحبت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی، اور علم و معرفت میں بلند مقام پیدا کیا، اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

دہلی سے آپ وطن واپس آئے اور ایک عرصہ تک مُلّاواں میں قیام فرمایا، اہلیہ صاحبہ کے انتقال کے بعد گنج مرادآباد منتقل ہوگئے جو مُلّاواں سے چار میل پر ہے، آپ نے وہاں دوسری شادی کی اور سکونت اختیار کرلی، لیکن اس زمانہ میں زیادہ تر سفر میں رہتے تھے، کبھی لکھنؤ، کبھی کانپور، بنارس، قنوج وغیرہ کا سفر فرماتے تھے، اور اکثر مطابع میں قرآن مجید کی تصحیح کا کام کرتے تھے، اور حدیث شریف کا درس دیتے تھے، جب عمر مبارک زیادہ ہوئی تو سفر ترک فرمادیا، اور مرادآباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا، جہاں عقیدت مندوں نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا، اور تحائف و ہدایا کی بارش ہوئی، بڑے بڑے امراء اور رُؤساء دُور دراز اور دشوار گذار علاقوں سے عقیدت مندانہ حاضر ہوئے، اور آپ کی ذات مرجع خلائق بن گئی، اور ایسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہوئی جو اس زمانہ میں کسی شیخ طریقت کو حاصل نہیں تھی۔

میں نے اپنے زمانہ میں جن علماء و مشائخ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اُن میں کسی کو سنن نبویؐ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال اور طور و طریق کا آپ سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں آپ طریق نبویؐ سے انحراف پسند نہیں کرتے تھے، ورع و احتیاط، قناعت و استغنا، بذل و سخا، اور زہد و کرم میں آپ فرد فرید تھے، مال کو جمع رکھنا اور فقر و فاقہ سے

Marfat.com

ڈرنا آپ نہیں جانتے تھے، ہزاروں روپیہ خدمت میں آتے اور آپ اُسی دن لوگوں میں تقسیم کر دیتے، یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ روپیہ پیسہ پر کوئی رات گذرے، پہننے اور کھانے میں کوئی تکلّف اور اہتمام نہیں تھا، علماء کے خصوصی لباس کے پابند نہیں تھے، قول حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے خواہ وہ کیسا ہی ظالم و جابر کیوں نہ ہو، علم و عمل، زہد و ورع، شجاعت و کرم، جلالت و وجاہت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے معاصرین میں فائق اور ممتاز نظر آتے تھے، اسی کے ساتھ اخلاص و نیت، گریہ و زاری، ذکر و استحضار، دعوت الی اللہ، حُسنِ اخلاق، فیض رسانی عام میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اگر حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر میں قسم کھاؤں کہ میں نے دنیا میں ان سے بڑھ کر کریم، درہم و دینار سے بے تعلق، کتاب و سنّت کا پیرو نہیں دیکھا تو میں حانث نہیں ہوں گا، اسی کے ساتھ کتاب اللہ اور سنّتِ رسُول اللہؐ کا اُن سے بڑا عالم نہیں پایا۔

متوسط و میانہ قد، داڑھی چھوڑ دی گئی تھی لیکن چھوٹی تھی، مسجد میں نماز پڑھاتے، اور اُسی کے ایک حجرے میں قیام فرماتے، اپنے ساتھیوں اور رفقاء و خدام کے کاموں میں حصّہ لیتے اور اُن کا ہاتھ بٹاتے، آپ کا لباس عام آدمیوں کا سا ہوتا، ظہر سے پیشتر اور ظہر کے بعد اور اکثر عصر کے بعد بھی قرآن حکیم اور حدیث شریف کا درس دیتے، میں نے آپ سے مسلسل بالاولیہ اور مسلسل بالمحبۃ کی سند لی، اور صحیح بخاری کا کچھ حصّہ سنا، آپ خود ہی حدیث کی قرأت فرماتے تھے اور احادیث پر تقریر فرماتے تھے، جہاں تک آپ کے کشف و کرامات کا تعلق ہے وہ حد تواتر کو پہونچ گئی ہیں، اور اس بارے میں اولیاء متقدمین میں بھی حضرت سیّدنا عبد القادر جیلانیؒ کے علاوہ اور کوئی نظیر نہیں ملتی ــــــــــــ ۸ ربیع الاوّل ۱۳۱۳ھ میں گنج مراد آباد میں وفات پائی، اور مراد خاں کے مقبرے میں دفن ہوئے۔[۱]

---

[۱] نزہۃ الخواطر ج ۸

اجداد و شیوخ

اجداد کرام مولانا نسباً صدیقی ہیں، آپ کے اجداد میں سب سے پہلے شیخ شہاب الدین زاہد غالباً آٹھویں صدی کی ابتدا میں ہندوستان تشریف لائے اور بہار میں سکونت اختیار کی، ان کے صاحبزادے شیخ داؤد سلطان فیروز شاہ کے عہد میں دہلی تشریف لائے، اور کچھ مدت وہاں رہ کر پانی پت میں قیام اختیار کیا، اور ۷۸۶ھ میں وہیں وفات پائی، آپ کے صاحبزادے شاہ منکن تھے، اور اُن کے صاحبزادے محمد معروف بہ شاہ مصباح العاشقین چشتی تھے، جو نامور مشائخ چشت اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔

حضرت شاہ مصباح العاشقینؒ حضرت شاہ مصباح العاشقینؒ ۸۱۰ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے، ابتدائے شباب میں ملتان جاکر شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ میں مقیم رہ کر مولانا حسین سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور حج سے مشرف ہوئے، وطن کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد تلاش مرشد میں مشرق (پورب) کا رُخ کیا، لکھنؤ میں مولانا محمد اعظم ثانیؒ[1] اور شاہ مینا صاحبؒ کی صحبت میں کچھ وقت گذارا، پھر اودھ (فیض آباد) میں شیخ احمد راوٹی کی خدمت میں منازلِ سلوک طے کئے،

---

[1] محمد بن ابی البقاء الکرمانی نام اور اعظم ثانی لقب تھا، یہ لقب اُن کو علمائے حجاز نے اُن کے علمی و فقہی تبحر کی بناء پر دیا تھا، شیخ ابو الفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر الکندیؒ کے شاگرد و خلیفہ تھے "تلامذہ میں حضرت شاہ مینا لکھنوی اور مولانا سعد الدین خیر آبادی جیسے اکابر ہیں، ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔" ۱۲ (نزہۃ الخواطر جلد سوم)

Marfat.com

اُور سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کی، تکمیلِ سلوک کے لئے شیخ ہی کی ہدایت و ایماء سے شیخ جلال الدین گجراتی کا قصد فرمایا، اُور پنڈوہ (بنگال) کا سفر اختیار کیا، اثنائے راہ میں بنارس میں عشقِ مجازی میں مبتلا ہوئے، پھر شیخ کی تنبیہ اور جاذبۂ توفیقِ الٰہی سے مردانہ وار اس کو چھوڑ کر محبوبِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوئے، اُور پنڈوہ میں شیخ جلال الدین گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے مصباح العاشقین لقب دیا، اُور بڑی پذیرائی فرمائی، اُور تین سال کمالِ شفقت کے ساتھ رکھ کر علمِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کی، اُور خلافت سے سرفراز فرمایا، ایک سال کے بعد حضرت شیخ جلال الدینؒ اپنے ہر مرید کو شاہ مصباح العاشقین کے سپرد فرماتے، اُور اُن کے ہاتھ سے خرقۂ خلافت عطا فرماتے، ۸۸۱ھ میں شیخ کی شہادت کے بعد عازمِ مغرب ہوئے، کچھ عرصہ بہار میں جو مسکن آبائی تھا، قیام فرمایا، اہلِ خاندان و حاکمِ شہر نے بیعت کی، بالآخر اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق مغرب (پچھم) کی طرف کوچ فرمایا، اُور ۸۸۶ھ میں ملّاواں[1] میں طرح اقامت ڈالی، جہاں نصف صدی گذار کر ۹۳۹ھ میں وفات پائی۔

آپ صائم الدہر، نہایت متوکل و زاہد تھے، پورے پورے دن ذکرِ الٰہی اُور ادائے سننِ نبوی میں مشغول رہتے، صبح سے ظہر کے وقت تک علومِ دینی کا درس دیتے، نمازِ ظہر سے فراغت کے بعد صحیح بخاری و مسلم کو سامنے رکھ کر وعظ و تلقین فرماتے، اس کے بعد زائرین و طالبین کی طرف توجہ فرماتے، اُور نہایت شفقت و حُسنِ اخلاق سے پیش آتے، تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں میں دین و سلوک اُور حصولِ یقین و معرفت کا شوق پیدا ہو گیا، اُور رجوعِ عام شروع ہو گیا، فتوحات کا

---

[1] یہ مقام پہلے نواحی قنوج میں شمار ہوتا تھا، جو دریائے گنگا کے دوسرے کنارے پر ہے، اَب ضلع ہردوئی کا ایک قصبہ ہے، گنج مراد آباد یہاں سے ۷ میل ہے، ملّاواں میں شاہ مصباح العاشقینؒ کا مزار اَب بھی موجود ہے۔ ۱۲۰

Marfat.com

دروازہ کھُل گیا، نمازِ جمعہ کے بعد معمول تھا کہ برادر زادہ فخرالدین سے فرماتے کہ سوائے کتابوں اور پارچۂ ضروری کے جو کچھ فاضل اور زائد از ضرورت ہو فقراء و طلبہ کو تقسیم کر دیا جائے، اذنِ عام تھا کہ جو چاہے جو سامان اُٹھالے جائے، اس کا اہتمام تھا کہ رات کی کوئی چیز صبح تک نہ رہے۔

آپ نے سلطان بہلول لودھی اور سلطان سکندر لودھی کا زمانہ پایا، آپ کے آخری زمانہ میں ہندوستان میں بابر کی آمد ہوئی، سلطان سکندر لودھی نے تشریف آوریٔ دہلی کی درخواست کی، معذرت فرمائی، اور اُس کی فرمائش کی کہ مُلّاواں کو مسلمانوں سے آباد اور شرفاء کے لئے مدد معاش کا انتظام کیا جائے، اس کی تعمیل ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد دہلی تشریف لے گئے، سلطان سکندر لودھی خود ملنے آیا اور نذر گزرانی، دہلی میں مجالس سماع خوب گرم رہیں، جن میں بادشاہ نے خود شرکت کی، اور الطافِ خصوصی سے سرفراز ہوا، اپنے مشائخ کرام کے مزارات کی زیارت اور کچھ عرصہ دارالسلطنت میں قیام فرمانے اور متعدد اہلِ علم و اہلِ استعداد کو اجازت و خلافت سے مشرف فرمانے کے بعد اپنے مستقر (مُلّاواں) کو مراجعت فرمائی اور پھر کہیں تشریف نہیں لے گئے۔

وفات کے قریب سخت مجاہدات اور طویل خلوتیں اختیار کیں، اور زیادہ تر زمانہ گوشہ گیری اور باطنی مشغولیت میں گذارا، وفات کے قریب بیوی صاحبہ نے روضہ کی تعمیر شروع کر دی، دیواریں قدِ آدم اُٹھ چکی تھیں، آپ کی نظر پڑی تو فرمایا، کہ بیوی نے اپنے بیٹے (سجادہ نشین) کیلئے دُکان بنائی ہے، فقیر کے لئے سایۂ آسمان کافی ہے۔

۲۳ رجمادی الثانیہ سے مرض وفات کی ابتدا ہوئی، رجب کی چاندرات سے حواسِ ظاہری میں تغیر ہوا، اور کامل طور پر بیخود و باخدا ہو گئے، وصیت فرمائی کہ نمازِ جنازہ صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق جو سب صاحبزادوں میں مسن ہیں پڑھائیں، یا شیخ عبدالرحیم جو حافظِ قرآن ہیں، نوحہ کی ممانعت فرمائی، ایک مرتبہ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ صاحبزادوں اور اہلِ تعلق پر گریہ طاری ہے، اور

Marfat.com

وہ زار و نزار ہیں، آپ نے منع فرمایا، شیخ عبدالرحیم نے فرمایا کہ ایسی نعمتِ عظمیٰ اور ایسا بزرگوار ہم سے جدا ہو رہا ہے، ہم کیوں نہ روئیں، جبکہ حضرت کی چشم مبارک بھی اشک آلود ہے، فرمایا "گریۂ شما از اندیشۂ جانِ من، و گریۂ ما از اندیشۂ ایمان من، فرزندی ام! کار بتقوےٰ و عبادت نیست، بلکہ برحمت و مغفرت اوست" انتقال کے وقت دونوں پاؤں سیدھے کر لئے اور روحِ لطیف جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربك راضیۃ مرضیۃ، یہ واقعہ یکم رجب ۹۳۹ھ کا ہے، انتقال کے وقت عمر شریف ۱۲۹ سال تھی[۱]۔

مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ آپ کی آٹھویں پشت میں ہیں، اور آپ کی خصوصیات عشق و محبت، زہد و توکل، بذل و سخا، اتباعِ سنت، یہاں تک کہ طولِ عمر میں بھی آپ کی یادگار ہیں سلسلۂ نسب اس طرح ہے، مولانا فضل رحمٰن بن اہل اللہ بن محمد فیاض بن برکت اللہ بن عبدالقادر بن شیخ سعد اللہ بن نور محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحیم بن شیخ محمد (معروف شاہ مصباح العاشقین چشتی) قدس اللہ سرہٗ۔

شیوخِ کبار مولانا حضرت شاہ محمد آفاقؒ کے مرید و خلیفہ تھے: حضرت شاہ محمد آفاقؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد سعید خازن الرحمۃ کی اولاد میں ہیں، آپ کے والد ماجد احسان اللہ خاں صاحب نواب اظہر الدین خاں صاحب کے فرزند ارجمند ہیں، جو زمانۂ اورنگ زیب میں منصب دار شاہی تھے، اور خطاب خانی و نوابی سے

---

[۱] حضرت مصباح العاشقین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ کے خلیفہ مولانا وجیہ الدین کی کتاب "مصباح العاشقین فی ایضاح احوال السالکین" سے ماخوذ ہیں، یہ کتاب ۱۳۳۰ھ میں خواجہ سید محمد محی الدین حسین مودودی کی سعی اور مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ کی تصحیح سے "کشف العلوم" کے نام سے شائع ہوئی۔ ۱۲

Marfat.com

سرفراز تھے، وہ فرزند حضرت شیخ محمد نقی علیہ الرحمۃ فرزند حضرت شیخ عبدالاحد شاہ گل المتخلص بوحدت فرزند حضرت خازن الرحمۃ کے تھے، اور از روئے ارادت و خلافت آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرزند و خلیفہ حضرت مجددالف ثانیؒ سے ملتا ہے، حضرت شاہ آفاقؒ کو اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ سے اجازت حاصل ہے، جو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے اعاظم خلفاء میں سے تھے[1]

حضرت شاہ محمد آفاقؒ

حضرت شاہ محمد آفاقؒ ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے[2]، سلوک کی تکمیل اپنے طریقۂ آبائی نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے کی، اور اُن کے خلفاء میں ممتاز ہوئے، حضرت شاہ غلام علیؒ نے حاشیہ سیر المرشدین میں تحریر فرمایا ہے

"حضرت شاہ محمد آفاقؒ از حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ از خلفائے
حضرت محمد زبیر اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت ایں خاندان کسب
نودہ بسر گرمی حلقہ و مراقبہ و افادۂ نسبت دریں وقت ممتاز اند"

حضرت خواجہؒ کے انتقال کے بعد مدت دراز تک حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہے[3]، جو اپنے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب کے خلیفہ تھے، اور خواجہ محمد ناصر عندلیب حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے خلفاء میں تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ محمد آفاقؒ کو قبولِ عام عطا فرمایا، اور شہرۂ آفاق بنایا، دہلی سے کابل تک لوگوں نے آپ سے فیض اٹھایا، خود بدولت کابل تشریف لے گئے اور اُور زماں شاہ شاہِ افغانستان نے بیعت کا شرف حاصل کیا، سلوک میں اپنے شیوخ کرام اور

---

[1] شہرۂ آفاق۔ تالیف نواب نورالحسن خاں مرحوم۔ (ص۸)۔۱۲

[2] نزہۃ الخواطر۔ (جلد ۷)۔۱۲ [3] شہرۂ آفاق۔ (ص۹)۔

Marfat.com

آبائے عظام کی طرح عالی ہمت و بلند حوصلہ و سرگرم تھے، مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ فرماتے تھے کہ "ہمارے حضرتؒ دس ہزار مرتبہ درود شریف اور پچاس ہزار مرتبہ کلمہ پڑھتے تھے، اور دس پارے قرآن مجید کے تہجد میں پڑھنے کا معمول تھا، اور کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا، دس پارے اتنی دیر میں ہوجاتے تھے کہ انجان سمجھے ایک پارہ پڑھا ہوگا، اور پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے[1]" مزاج میں نہایت تواضع و مسکنت تھی، مولانا فرماتے ہیں، کہ: "ہمارے حضرت (حضرت شاہ محمد آفاقؒ) سب باتیں موافق سنّت کے کرتے تھے، لیکن کسرِ نفسی سے ایسا فرماتے تھے کہ ہم سے جو کوئی بات موافق سنّت کے ہوجاتی ہے، تو عرش سے ایسا فیض آتا ہے کہ ہم تر بتر ہوجاتے ہیں[2]"۔

حضرت شاہ غلام علیؒ اکثر اپنے مریدوں کو بعد تعلیم کے حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے، جو وہ صاد فرماتے مسلّم کرتے تھے[3]، ۷ محرم روز چہار شنبہ ۱۲۵۱ھ میں انتقال فرمایا اور پنجشنبہ کو مغلپورہ میں عقب مسجد شریف مدفون ہوئے[4]۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ

آپ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی اولاد میں ہیں تاجر کشمیر تھے، ایک ایک لاکھ کا آپ کا خیمہ تھا، طلبِ خدا میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تمام اسباب اپنا راہِ خدا میں لٹا دیا اور کمال و تکمیل پر فائز ہو کر خلافت پائی، حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس نے نسبتِ مجددی مجسّم دیکھی ہو حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ کو دیکھے، فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ آخرِ شب میں گریہ و زاری کرتے اور لوگوں کو

---

[1] ارشادِ رحمانی ص۲۶۔ [2] اسرار محبت۔ از نواب نور الحسن خاں مرحوم مجموعۂ رسائل تصوف ص۵۳۔

[3] شہرۂ آفاق ص۸۔ [4] نشۂ عرفان۔ از نواب نور الحسن خاں مرحوم مجموعۂ رسائل تصوف ص۵۱۔

[5] اسرار محبت۔ از نواب نور الحسن خاں مرحوم مجموعۂ رسائل تصوف ص۶۹۔

Marfat.com

زجر و تنبیہ کرکے بیدار فرماتے، اور کہتے، کہ حیف ہے تمھارے حال پر کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمھارا یار و محبوب بیدار اور تمھاری طرف متوجہ ہے اور تم خفتہ و غافل ہو، تم دعویٰ محبت میں دروغ گو ہو ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے، کہ :- ؎

مجنوں بہ خیالِ لیلیٰ در دشت — در دشت بجستجوئے لیلیٰ می گشت
می گشت بدشت بر زبانش لیلیٰ — لیلیٰ می گفت تا زبانش می گشت[1]

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ

والد کا نام حضرت ابو العلا تھا، سلسلۂ نسب اس طرح ہے :- محمد زبیر بن ابی العلاء بن محمد بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقیؒ، سرہند میں ولادت ہوئی، والد کا صغر سنی میں انتقال ہو گیا اس لئے اپنے جد نامدار حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی، اور انھیں سے تکمیلِ سلوک کی، اور بشارتوں سے سرفراز ہوئے، دادا کے انتقال کے بعد اُن کے سجادہ کو رونق بخشی، اور تھوڑے عرصے میں اپنی علوِ استعداد اور علوِ ہمت سے سلسلۂ عالیہ مجددیہ کا مرکزِ ارشاد بن گئے۔

حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ کے ملفوظات "دُرّ المعارف" میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ صلوٰۃ اوابین میں دس پارے قرآن مجید کے پڑھتے تھے، اس کے بعد مردوں کا حلقہ ہوتا تھا اور آپ توجہ دیتے تھے، پھر دولت خانہ تشریف لے جا کر عورتوں کا حلقہ کرتے تھے، اور آدھی رات کو چند گھڑی آرام فرما کر تہجد کے لئے اُٹھ بیٹھتے تھے، اور تہجد کی نماز میں چالیس مرتبہ یا ساٹھ مرتبہ سورۂ یٰسٓ پڑھتے تھے، بعد ازاں چاشت کے وقت تک مراقب رہتے تھے، پھر مردوں کا حلقہ

---

[1] دُرّ المعارف ۱۲۰

Marfat.com

ہوتا تھا، اور آپ توجہ دیتے تھے، پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر قرأت طویل کے ساتھ چار گھڑی میں نماز فی زوال پڑھتے تھے، پھر ختم خواجگان پڑھ کر ظہر کی نماز ادا کرتے تھے، بعد اس کے قرآن مجید کی تلاوت کر کے کھانا نوش کرتے تھے، رات دن میں یہی وقت حضرتؒ کے کھانے کا تھا، بعد عصر کے مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانیؒ کا درس فرماتے تھے، غرضکہ تمام دن توجہ دینے اور ہدایت خلق میں صرف کرتے تھے، جب آپ مکان سے مسجد تشریف لاتے تھے تو امرا اپنے دوشالے اور پگڑیاں مکان سے مسجد تک بچھا دیتے تھے، تاکہ قدم مبارک زمین پر نہ پڑے، اور اگر کسی مریض کی عیادت یا دعوت میں جانے کے لئے سوار ہوتے تو بادشاہوں کے مثل آپ کی سواری جاتی تھی۔

ایک روز دہلی کی جامع مسجد کے نیچے سے آپ کی سواری نکلی، حضرت شاہ گلشنؒ نے دیکھا کہ ایک شخص پالکی میں سوار ہے اور بہت سی پالکیاں اس کے پیچھے چلی جاتی ہیں اور مجمع کثیر ان پالکیوں کے ہمراہ ہے، اور انوارِ الٰہی اس پالکی کے اس طرح محیط ہیں کہ پالکی سے لے کر آسمان تک نورِ تاباں کا ایک تختہ معلوم ہوتا ہے، اور تمام گلی نور سے بھر گئی ہے، حضرت شاہ گلشنؒ نے اپنے سر سے پرانی کملی اتار کر ڈال دی اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ اس میں آگ دے دو، انھوں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے، فرمایا کہ اس امیر کی سواری پر ایک ایسا نور ہے کہ میں نے کبھی اپنی کملی میں مشاہدہ نہیں کیا، باوجودیکہ تیس برس اس کملی میں ریاضت سے گذارے ہیں، کسی نے عرض کیا کہ یہ سواری حضرت محمد زبیرؒ کی ہے، آپ نے فرمایا الحمد للہ کہ ہمارے پیرزادے ہیں، ہماری آبرو باقی رہی، اور اپنے مریدوں کو خدمت میں حضرت قبلۂ عالم کے بھیجا اور فرمایا کہ:-
جس جا حضرتؒ تشریف رکھتے ہوں، ہم کو مرید کرنا جائز نہیں[1]۔

---

[1] ارشادِ رحمانی ص۲۵۔

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بڑے بڑے خلفاء یادگار چھوڑے ہیں، اُن میں سے تین بڑے نامور ہوئے، حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ جن کے خلفاء میں حضرت شاہ محمد آفاقؒ ہیں، دوسرے حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیبؒ جن کے فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ میر درد دہلویؒ ہوئے، تیسرے حضرت خواجہ عبدالعدلؒ جن کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ مترجم قرآن و فرزند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۴ ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی، جسدِ مبارک سرہند لے جایا گیا جہاں اپنے آبائے کرام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ

حجۃ اللہ نقشبند ثانی لقب، محمد نام، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سعید اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے ہیں، روز جمعہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد بزرگوار سے استفادہ اور سلوک کی تحصیل کی، اور مدت دراز تک اُن کی صحبت و تربیت میں رہے، یہاں تک کہ سلوک و معرفت میں درجۂ کمال کو پہونچے کہ اُن کے والد بزرگوار کے خلفاء میں سے (باوجود کثرت کے) کمتر پہونچے، حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے آپ کو اپنا جانشین و خلیفہ بنایا، اور اُن کی وفات کے بعد ارشاد و تلقین میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی، خلفاء میں حضرت خواجہ محمد زبیر جیسا شیخ وقت، اور دوسرے اہلِ علم و فضل ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارشد، آپ کے جانشین و یادگار اور آپ کے علوم و معارف کے شارح ہیں، آپ کی ذات سے اس طریقۂ عالیہ کو مزید ترقی و وسعت ہوئی، اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ اور توجہاتِ عالیہ سے ہندوستان میں اسلام کی حفاظت اور تیموری خاندانوں کے حکمرانوں کی تربیت و اصلاح کے

Marfat.com

اِس سلسلہ کی تکمیل ہوئی جس کا آغاز آپ کے والدِ معظم نے کیا تھا، اُور جس کا نتیجہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر[1] کے دینی جذبات اُور اصلاحات کی شکل میں ظاہر ہوا، والدِ محترم کے علوم معارف و کمالات سے فطری مناسبت تھی، اُور اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ اپنے والد کے مقرب و معتمد تھے، حضرت مجددؒ کی وفات کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے، اُور رجوعِ عام شروع ہوا، مؤرخین کا اندازہ ہے کہ نو لاکھ آدمی شرفِ بعیت سے مشرف، اُور سات ہزار اہلِ کمال خلافت سے سرفراز ہوئے، جن میں سے بعض بعض ایسے اہلِ ارشاد ہیں، جن سے پورا پورا ملک مستفید اُور سنّت کی روشنی سے منور ہوگیا، جیسے شیخ حبیب اللہ بخاری جو خراسان اُور ماوراء النہر کے شیخ اعظم ہیں، اُور جن کے خلفاء کی تعداد خود چار ہزار سے کم نہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے علوِ مرتبہ اُور علوم و معارف کا اندازہ لگانے کے لئے اُن کے مکاتیب کا مطالعہ ضروری ہے، جو تین جلدوں میں ہیں، اُور جو گویا مکتوباتِ امامِ ربّانی کا تتمہ اُور شرح ہیں۔

اِس سلسلۃ الذہب کا اختتام اُس ذاتِ گرامی (حضرت مجدّد الف ثانیؒ) پر ہوتا ہے جس کا شمار اکابر امتِ محمدّیہ اور ائمۂ تجدید میں ہے، یہ مختصر رسالہ آپ کے تذکرہ کا تحمل نہیں رکھتا۔ ع

"سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے[2]"

---

[1] اورنگ زیب مرحوم کو حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بعیت تھی، اُور آپکے صاحبزادہ خواجہ سیف الدینؒ سے سلوک کی تربیت حاصل کی تھی، حضرت خواجہ محمد معصومؒ بادشاہ کی دینی ہمت افزائی اُور روحانی سرپرستی فرماتے تھے، اُور ایامِ شاہزادگی میں بھی خطوط میں شاہزادۂ دیں پناہ کے خطاب سے مخاطب فرماتے تھے۔ ۱۲

[2] ناظرین "تاریخ دعوت و عزیمت" کے چوتھے حصّہ کا انتظار فرمائیں۔ ۱۲

حالات و معمولات

والد ماجد مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ حضرت شاہ عبدالرحمن لکھنوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے، حضرت کا نام حضرت شاہ صاحبؒ نے رکھا تھا[1]۔

ولادت آپ سنہ ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے، مولانا سید محمد علی صاحب مونگیریؒ لکھتے ہیں :- ''نام مبارک میں لفظ رحمٰن پر الف ولام نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے سنہ ولادت باسعادت نکلتا ہے، یعنی تاریخی نام ہے[2]''۔

سندیلہ میں آپ کی پیدائش ہے[3]، جہاں آپ کا ننھال تھا، اسی بستی میں حضرت شیخ حیدر علی شاہ صاحبؒ اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے[4]۔

آپ کا بچپن مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :- ''آپ ملاّواں میں سڑک پر لڑکوں کے ساتھ کچھ کھیل میں مشغول تھے کہ گاڑی آئی اور آپ اس کے پہیے کے نیچے دب گئے، قدرت خدا کی کہ آپ کے سارے چہرہ مبارک اور سر پر سے گاڑی کا پہیا چل گیا مگر حیات باقی رہی، فقط اس قدر ہوا کہ ایک کان آپ کا اس پہیے سے کٹ گیا[5]''۔

---

[1] نشۂ عرفان، نواب نورالحسن خاں مجموعۂ رسائل تصوف ص۸ ۔ [2] حاشیہ ارشاد رحمانی ص۳ ۔۱۲

[3] مولوی تجمل حسین صاحب نے مقام پیدائش ملاّواں لکھا ہے، افضالِ رحمانی میں رحمۃ اللہ میاں صاحب نبیرۂ حضرت مولاناؒ کے حوالہ سے سندیلہ لکھا ہے

[4] فضل رحمانی ص۲۵ ۔۱۲ [5] ایضاً ص۲۶ ۔۱۲

Marfat.com

"آپ کی قدر اپنے بزرگوں میں لڑکپن سے تھی، آپ کے لڑکپن کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں کہ شریعت کے مطابق باتیں آٹھ برس کی عمر کے وقت سے سرزد ہوتی تھیں اِس لئے آپ کے تمام بزرگ آپ کی تعظیم کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ اپنے والد کے ساتھ تلاواں سے چلے، آپ کے والد کے ہاتھ میں ایک پنجرہ تھا جس میں طوطی تھا، آپ جب کوئیں کے کھیت پر پہونچے تو آپ کے والد نے کونی یعنی کاکن کے درخت کا ایک خوشہ توڑ کر جانور کو پنجرہ میں دیدیا، مولانا مرحوم نے منع کیا آپ کے والد نے اس کو خفیف سمجھ کر نہیں مانا اُور چلے گئے، جب آپ کے والد بیس پچیس قدم چلے گئے تو دیکھا کہ مولانا مرحوم میرے پیچھے نہیں ہیں، بلکہ وہیں کھیت پر کھڑے ہیں، پکارا کہ آؤ کیوں کھڑے ہو، آپ نے فرمایا کہ جب مالک کھیت کا آوے گا تو اُس سے معاف کراکر آؤں گا کہ خوشہ ہمارے پنجرہ میں ہے، آپ کے والد نے کم سنی کے سبب سے نہیں چھوڑا اُور کہا، کہ لو ہم نہیں لے جاتے ہیں، پنجرہ کھول کر خوشہ کو پھینک دیا، تب آپ وہاں سے تشریف لے چلے"[1]

حضرتؒ نے فرمایا کہ لڑکپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُور صحابۂ کرامؓ کی زیارت ہوا کرتی تھی[2]

آپ کی والدہ ماجدہ بہت بڑی زاہدہ اُور متوکل تھیں، آپ نے فرمایا کہ ہماری عمر گیارہ بارہ سال کی ہوگی کہ والد رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا، جو کچھ سرمایہ تھا وہ وقتاً فوقتاً خرچ ہوگیا تھا کہ سخت قحط پڑا، ہماری والدہ ماجدہ نے جب تک قحط رہا مکان کا دروازہ بند رکھا اُور

---

[1] فضل رحمانی صـ۲۶ و ۲۷ ۔۱۲

[2] اسرار محبت مجموعۂ رسائل تصوف صـ۶۴ ۔۱۲

Marfat.com

جو درخت گھر میں تھے ان کے پتّوں کو اُبال کر کھالیتیں، اُور کسی کو اپنے حال سے مطلع نہ ہونے دیتیں، حالانکہ یگانے اُور دوست ایسے تھے کہ مدد کرتے۔ مگر یہ گوارا نہ تھا۔[۱]

مزدوری مولوی تجمل حسین صاحب نے لکھا ہے: "حضرت قبلہ راقم الحروف سے بطور تعلیم فرماتے تھے کہ جب میں دہلی سے آیا تو سنا کہ فرنگی پُل بناتے ہیں اُور دو آنہ مزدوری دیتے ہیں، چنانچہ ہم نے بھی ایک روز مزدوری کر لی تھی اُور شام کو ہم کو بھی دو آنے ملے تھے۔[۲]

اُجرت کتابت فرمایا، کہ: "ہم نے کبھی نوکری نہیں کی، مگر جب میں دہلی گیا تو البتہ کتاب کے صحیح کرنے کے لئے لوگوں نے کچھ مقرر کر دیا تھا، دو ڈھائی روپیہ مزدوری کی۔[۳]

دہلی کا سفر آپ فرماتے تھے کہ جب ہم حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سُن کر لکھنؤ سے چلے، تو ہمارے پاس تھوڑے پیسے تھے، راہ میں پیسہ دو پیسہ کے دانے لیکر کھالیتے، راستے میں دوستوں یگانوں کے گھر ملے، مگر ہم کہیں نہیں ٹھہرے، صرف اپنی ایک بہن کے یہاں کہ عرصہ سے ان کو نہیں دیکھا تھا ایک شب ٹھہر گئے، پھر راہ میں ایک شخص ملے اُور ہم سے کہا کہ آپ شاہ صاحبؒ کے پاس جاتے ہیں دو روپیہ لیتے جائیے ان کو دیدیجئے گا، ہم نے کہا کہ اس شرط پر لئے جاتے ہیں کہ راہ میں ہم کو ضرورت ہوگی تو ہم صرف کر لیں گے، پھر ایک جگہ پہونچے وہاں کے لوگوں کو کچھ حاجت تھی، ہم نے دُعا کی، اُن کی حاجت بر آئی، انھوں نے کچھ روپئے دیئے، بآرام دہلی پہونچ گئے۔[۴]

۱۔ انوار العیون مولفہ مولوی حسام الدین احمد صاحب فضلی ص ۱۹۰۔ ۱۲

۲۔ فضل رحمانی۔ ص ۵۸۔ ۱۲   ۳۔ ایضاً۔ جلد ثانی۔ ص ۱۴۳۔ ۱۲

۴۔ انوار العیون مولفہ مولوی حسام الدین احمد صاحب فضلی ص ۱۹۲۔ ۱۲

Marfat.com

تعلیم مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :- حضرت قبلہ نے شرح وقایہ مولوی نور صاحب سے لکھنؤ میں پڑھا تھا، اور جب دہلی تشریف لے گئے مرزا حسن علی صاحب محدّث (لکھنوی) اور مولوی حسین احمد صاحب (ملیح آبادی) اور آپ، تینوں صاحب ساتھ گئے تھے، پھر آپ نے علم حدیث شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، آپ سات مرتبہ دہلی تشریف لے گئے، مسلسل بالاولیۃ کی سند آپ نے شاہ صاحب سے لی تھی، شاہ صاحبؒ نے چار مہینے ٹھہرنے کو فرمایا تھا، مگر آپ نے معذرت فرمائی کہ والدہ صاحبہ کی اجازت نہیں ہے[1]

"بعض عالم دہلی و سہارنپور سے سند حدیث کی لینے کے لئے آئے تھے، اس وقت حضرت حجرہ میں تشریف رکھتے تھے اور میں حاضر تھا، ارشاد ہوا کہ ہم نے کچھ تھوڑی حدیث تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے پڑھی، اور باقی شاہ اسحٰق صاحبؒ سے؛ دوسرے جلسہ میں پھر اس کا ذکر فرمایا، اور آنسو بھر آئے اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ مکان سے ہم دہلی گئے، اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحبؒ نے حدیثِ مسلسل بالاولیت سنائی، اور چند اور بھی حدیثیں، اس وقت مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی اور مولوی عبدالصمد صاحب وغیرہ بیٹھے تھے، ان سے فرمایا کہ اگر یہ لڑکا چار مہینے بھی ہمارے پاس ٹھہرے، تو ہم حدیث پڑھا دیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت مجبور ہوں،

---

[1] فضل رحمانی - ص ۶۲ و ۶۳ - ۱۲

میری والدہ نے مجھے ایک ہی مہینہ کی اجازت دی ہے، اس سے زیادہ میں نہیں ٹھہر سکتا، بعض دفعہ فرمایا کہ ہم ایک ایک دن میں دو دو پارے بخاری کے مولانا اسحاق صاحب سے پڑھا کرتے تھے، اور مولانا صاحب کبھی کبھی اپنے گھر کے اندر پڑھاتے تھے اور ہم چادر اوڑھے پڑھا کرتے تھے، اور مولانا صاحب کی صاحبزادیاں وغیرہ پھرا کرتی تھیں[1]۔

ارشاد فرمایا کہ ہمارا سن سترہ یا اٹھارہ برس کا تھا جب ہم دہلی میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے تو شاہ صاحب بیمار تھے، آپ نے حدیثِ مسلسل بالاوّلیۃ پڑھی، میں نے حدیث پڑھنے کی درخواست کی، فرمایا کہ مولوی اسحاق صاحب سے پڑھو، اُن کے پاس گیا اور کچھ سنایا، اور بعض حدیث کا ترجمہ بھی کیا، شاہ صاحب بہت خوش ہوئے، اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے جاکر بیان کیا، پھر میں شاہ صاحب کے پاس گیا تو فرمایا کہ اگر یہ لڑکا چار مہینے ہمارے پاس رہے تو ہم حدیث کی کتابیں پڑھائیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت، والدہ نے صرف ایک مہینہ کی اجازت دی ہے، نہیں ٹھہر سکتا، اُس وقت تو میں ایک مہینہ کے بعد چلا آیا، پھر جب گیا تو شاہ صاحبؒ کا انتقال ہو گیا تھا، شاہ اسحٰق صاحب سے حدیث پڑھی، ہم تنہا پڑھتے تھے، بخاری شریف کے دو پارے پڑھ لیتے تھے[2]۔

مرشد کا آپ کے ساتھ معاملہ

نواب نورالحسن خاں مرحوم "نورِ احمدی" میں لکھتے ہیں: "ہمارے حضرتؒ نے حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا ہے، اور شاہ احمد سعید صاحب اور آپ مولانا محمد اسحٰق صاحب کے درسِ حدیث میں ہم سبق تھے، شاہ احمد سعید صاحب کے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب حضرت شاہ محمد آفاقؒ کے داماد تھے،

---

[1] ارشادِ رحمانی۔ ص۵۹۔ [2] ایضاً۔ ص۶۲۔

Marfat.com

دونوں صاحب حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، نماز کے وقت حضرت شاہ محمد آفاقؒ ہمارے حضرتؒ کے پیچھے اقتدا فرمایا کرتے تھے، جب آپ سترہ برس کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے، اور حضرت شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ان کو اندرونِ خانہ لے گئے اور صاجزادی صاحبہ اور داماد سے فرمایا کہ ان کو نذر دکھلاؤ " ہر چند آپ نے تواضع کی، نہ مانا۔[1]

شادی و مراد آباد کی سکونت

"جب آپ بڑے ہوئے، آپ کی شادی ہوئی، دو بیٹے ہوئے، جناب میاں عبدالرحیم و جناب میاں عبدالرحمٰن صاحب مرحوم، جن کی اولاد موجود ہے، اور مقامِ مُلّاواں میں مقیم ہے، اس وقت غلبۂ شریعت آپ پر بہت تھا ایک مرتبہ تعزیے میں آگ لگادی، نواب لکھنؤ یہ خبر سُن کر آپ کو تکلیف دینے پر آمادہ ہوئے، چودھریانِ سندیلہ نے آپ کو بچایا، اور بڑی کوشش کی، کچھ عرصہ کے بعد آپ کی بی بی صاحبہ کا انتقال ہوگیا اور اہلِ بستی نے حسب عادت قدیم جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ چلی آتی ہے کچھ تکلیف پہونچائی، آپ مُلّاواں کو چھوڑ کر مراد آباد میں آئے اور عقد کا عزم ہوا، آپ کی بی بی کے چچا نے کہ وہ مردم شناس تھے اپنی بھتیجی کا آپ سے عقد کرنا چاہا، مگر آپ کے سالے آپ کے جانی دشمن ہوگئے کہ ایک فقیر سے شادی کرنا چاہتے ہیں، اور جناب احمد میاں صاحب کی والدہ صاحبہ کو منع کیا کہ تمہارا عقد چچا نے ایک فقیر مفلس سے کرنا چاہا ہے، آپ بھی مکدّر ہوئیں، مگر چچا نے سمجھا کر عقد کر دیا، چونکہ مراد آباد کے زمیندار اور رئیس آپ کے سسرالی لوگ تھے، اس لئے حقیر سمجھتے رہے، اس وقت ایسی غربت پیش آئی کہ چھینوں اردی اُبال کر کھاتے تھے، مگر نوکری یا پیشہ نہیں کرتے تھے۔[2]

---

[1] نورِ احمدی، مجموعۂ رسائل تصوف۔ ص ۲۹۔ ۱۲۔ [2] فضل رحمانی۔ ص ۲۷و۲۸۔ ۱۲۔

Marfat.com

معاشرت وسامانِ معیشت

"جب آپ نے رئیسۂ مراد آباد سے عقد فرمایا تو اُن کو اُن کے مکان سے جدا کر کے متصل مسجد (جو آج جناب احمد میاں صاحب کی حویلی ہے) مقیم کیا، اور طریقہ یاد الٰہی کا اُن کو سکھایا۔ صحنِ مسجد میں جو ایک گنبد ہے اور آج بھی موجود ہے، قیام رکھا اس طرح پر کہ ایک چارپائی باندہ کی بنی ہوئی، بچھاون اُس پر ندارد، اور اس کی بغل میں کلوخ کے ڈھیلوں کا ڈھیر اور ایک لوٹا مٹی کا وضو کرنے کا موجود رہتا تھا اور ایک تین ہاتھ کی چوکی، جس پر چٹائی کھجور کی بچھی رہتی تھی، اس میں مدت گذار دی، دروں کو مٹی سے بند کر دیا تھا، چونکہ شام تک پیسہ کوڑی اور اسباب بیش قیمت نہیں رکھتے تھے، اس لئے کواڑ لگانے کی حاجت نہ تھی"۔

ایک شورش

پھر آپ مسجد کی طرف متوجہ ہوئے کہ نماز با جماعت ہو، تو وہاں اولاً کوئی نمازی نہیں تھا، فقط ایک موذن البتہ دو روپیہ معاش، وقف شدہ سے یا وزراہل مقبرہ سے پاتا تھا کہ فقط اذان دے کر چلا جاتا تھا، نماز نہیں پڑھتا تھا، مسجد میں ایک طرف تعزیہ رکھا رہتا تھا، آپ نے تعزیہ کو جدا کرنا چاہا، خوانین مراد آباد نے یورش کی، چنانچہ ایک خاں صاحب نے جن کا نام یاد نہیں رہا، نواب وقت کے یہاں جا کر درخواست دی کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب نے تعزیہ کو پھینک دیا ہے اور بڑی بے ادبی کی ہے، چنانچہ اس پر حکم ہوا کہ فوجِ سلطانی جا کر اُن کو گرفتار کر لاوے، تلنگے آئے اور زیادہ حصہ اُن کا ملیح آباد میں رہ گیا، آپ اُس روز تلاواں تشریف لے گئے، وہاں دو تلنگوں کی پہونچی، اور دشمنوں نے وہاں تلنگوں کو پہونچوا دیا، پھر تلنگوں نے گرفتار کیا، اور لوہے کی بیڑی پائے مبارک میں ڈالی، اور ملیح آباد تک چھاؤنی میں فوج کے ساتھ لے آئے، اس درمیان میں محمد جعفر خاں ایک صاحب سندیلہ کے، جو اُس وقت راجہ گوالیار کے میر منشی تھے، انھوں نے لکھنؤ کے نواب کو خط لکھا کہ مولوی فضل رحمٰن صاحب کہ ہمارے تمھارے اُستاد کے نواسہ ہیں اُن کو چھوڑ دیجئے، نواب نے منظور کر کے

Marfat.com

آپ کی رہائی کا حکم بھیجا، آپ ملیح آباد تک پہونچے، بیڑی پائے مبارک سے کاٹی گئی، بیڑی کاٹنے والے کو آپ نے پانچ روپئے انعام دیئے[1]۔

الغرض مرادآباد کی مسجد آپ کے دخل میں آئی، اور جو دشمن آپ کے ہوئے تھے تباہ ہو گئے، پھر آپ نے مدتوں اس میں بسر کی، آپ کی ضرورت و استعمال کے لئے صحن کا کنواں (جو غالباً اُسی زمانہ کا ہوگا) بڑا شور تھا، خدا نے اس کو میٹھا کر دیا، ایک مدت تک یہ مسجد شکستہ و بے مرمت رہی، پھر جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بہادر نے مبلغ دو ہزار روپیہ مسجد شریف کی درستی اور مرمت کے لئے بھیجا[2]۔

پوشاک آپ پارچہ معمولی پہنتے تھے، دو تین جوڑے پارچہ سے زیادہ نہیں رکھتے تھے، موسم سرما میں بیشتر رضائی پر اکتفا فرماتے، اُسی کو شب کو اوڑھتے اور وہی دن میں اوڑھتے، جب آپ نماز ادا فرماتے رضائی جُدا کر دیتے، اور نماز کے وقت سر پر دوپٹہ باندھتے، کرتہ تہبند نہیں پہنتے تھے، نہ تکیہ گدہ آپ رکھتے، ایک روز حضرت احمد میاں صاحب کُرتا لئے جاتے تھے، آپ نے دریافت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہمارا یہ رتبہ کہاں کہ ہم لباس بزرگوں کا پہنیں، گوشت آپ نوش نہیں فرماتے تھے، مگر برادائے سنت کبھی چکھ لیتے، اکثر آپ دال ماش اور باجرہ کی روٹی یا کھچڑی قدرے قلیل نوش فرماتے، یا دودھ قدرے قلیل نوش کرتے[3]۔

لنبا انگرکھا اور بڑے خالطہ کا پائجامہ اور دو پلیہ ٹوپی پہنتے تھے، دھوبی کے یہاں سے جب کپڑا آتا، تو آپ اُس کو پھر پاک کرتے تھے، اور سکھا کر پہنتے تھے[4]۔

---

[1] فضل رحمانی۔ ص۲۹ [2] ایضاً ص۳۰ [3] ایضاً ص۹۸-۱۲

[4] کمالات رحمانی۔ ص۱۱

Marfat.com

وجاہت و محبوبیت مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ جس وقت حضرتؒ حجرے سے نکلتے تھے، سب لوگوں کی نظر آپ کی صورت کی طرف ہوتی تھی اُور یہی جی چاہتا تھا کہ تمام دن آپ کی صورت دیکھا کریں، چنانچہ ایک مرتبہ مولوی عبد الکریم صاحب سے ذکر آیا کہ آپ کو ہر وقت دیکھنے کو جی چاہتا ہے، مولوی عبد الکریم صاحب نے فرمایا :۔ خدا کی قدرت ہے کہ غیب سے باری تعالیٰ نے حضرت مولانا قدس سرہٗ کو لباسِ جمیل سر سے پاؤں تک اوڑھا دیا ہے اُسی کا یہ اثر ہے کہ ہر شخص کیا مسلمان، کیا ہندو، کیا نصاریٰ، جس نے آپ کی صورت مقدس دیکھی عاشق ہو گیا۔

ایک مرتبہ فرمایا، کہ :۔ لوگ کہتے ہیں کہ مجھے تسخیر کا عمل ہے، ہم نے تو تسخیر کا عمل کبھی نہیں کیا، البتہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا مراقبہ کیا کرتے ہیں، یعنی تسخیر عالم کی وہ وجہ نہیں ہے جو کوتاہ اندیش اُور کم مایہ لوگ خیال کرتے ہیں، بلکہ وہ وجہ ہے جس کا ذکر حدیث میں آیا، جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُس کا اعلان فرشتوں میں کر دیتا ہے، اُور اس کو محبوب رکھنے کا حکم فرماتا ہے، اُور فرشتے اہلِ زمین کے قلوب کو اطلاع دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اہلِ زمین کو خواہ مخواہ اُس سے انس پیدا ہوتا ہے اُور خود بخود دل اُس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں[1]

معمولات و اُوقات مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ بعد فراغت نماز صبح تھوڑی دیر ذکر میں مشغول رہتے تھے، پھر کچھ دیر تک مراقب رہتے تھے، ہم لوگ بھی پیچھے بیٹھ کر توجہ لیتے تھے، آپ نے فرما دیا تھا کہ جب میرے حجرہ میں، یا جب میرے پاس بیٹھو، میرے قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھو، راقم شب کو جاکر توجہ لیتا تھا، آپ لیٹے لیٹے کبھی توجہ دیتے، کبھی بیٹھ کر، یہ ذکر اُس وقت کا ہے جب آپ خود امامت کرتے تھے، اُور مسجد میں نماز پڑھتے تھے،

---

[1] ارشاد رحمانی ص ۳۷-۱۲

Marfat.com

اور حجرہ میں مسجد کے رہتے تھے، یا مقبرۂ موجودہ جو صحن مسجد میں ہے اُس میں رہتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ طلوع آفتاب تک آپ مسجد میں مشغول رہتے تھے، نماز اشراق ادا کر کے آتے تھے، اور کبھی نماز پڑھ کر حجرہ میں اذکار و اذکار میں مشغول ہوتے تھے، اور وہیں مراقب رہتے تھے، مگر جب سے آپ کو ضعف ہو گیا تھا، مسجد میں آنا موقوف ہو گیا، اور باہر احاطہ مسجد کے قبل از وصال ایک سال سے زائد اُس میں رہے، اور پانچ چھ برس مسجد کے متصل جو حجرہ ہے اُس میں تشریف رکھی، بعد اشراق کے درس حدیث شریف کا ہوتا تھا، اور دس برس پہلے فقط صحت قرآن شریف کی ہوتی تھی، اور اس میں کچھ ترجمہ ہو جاتا تھا، پھر نکتے عجائب اور غرائب بیان ہوتے تھے، اب آخر زمانہ میں تمام دن حدیث ہوتی تھی، آپ لفظاً فیض لیتے تھے[1]

بعد نماز مغرب اذکار و اشغال سے فرصت پا کر حجرۂ مسجد میں کچھ دیر مراقبہ میں رہتے تھے، اکثر مراقبہ محبت کا فرماتے تھے، اور کبھی دوسرا مراقبہ بھی فرماتے تھے، اس لئے بعض مریدوں سے ارشاد فرمایا کہ مراقبۂ محبت یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا کرتا ہوں، پھر آپ حویلی میں جا کر طعام تناول فرماتے تھے، آپ کے کھانے میں اکثر باجرہ کی روٹی کہ بہت مجبوب ہوتی تھی، اور کبھی مونگ کی یا ماش وغیرہ کی دال بھی ہوتی تھی، قلیل سی کھا لیتے تھے، اور کبھی کھچڑی[2]

مٹی کے برتن میں ہمیشہ آپ کھاتے تھے، اور بوریئے پر بیٹھتے تھے، عشا کی نماز بہت ہی سویرے ہوتی تھی، بعد ادائے نماز پھر لیٹ جاتے تھے، پھر کلام نہیں کرتے تھے[3]

---

[1] فضل رحمانی ۔ ص۳۲ و ۳۳

[2] ” ” ص۳۵

[3] ” ” ص۳۵

Marfat.com

تہجد کے وقت جب آپ ایک بجے رات کو بیدار ہوتے تھے تو پوچھتے تھے کہ اس وقت کتنی رات ہے اور کسی کے پاس گھڑی ہے، اگر سب نے کہا کہ نہیں ہے، اُس وقت آپ بہت خفا ہوتے تھے کہ نمازی ہو کر گھڑی نہیں رکھتے ہو، پھر میں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس گھڑی موجود ہے، وقت دیکھتا ہوں، پھر خود ہی شفقتاً فرماتے تھے کہ میں وقت کہہ دوں، ہم عرض کرتے تھے، فرمائیے، آپ ٹھیک اتنی ہی رات فرماتے تھے جو گھڑی میں ہوتی تھی، پھر آپ اور معمولی وظیفہ پڑھ کر بیٹھتے تھے، اُس وقت بہ نسبت تمام دن کے بہت خوش رہتے تھے، اس لئے کہ وہ وقت وہ ہے کہ جس کی شان میں نازل ہوا ہے :- یاایھا المزمل قم اللیل الخ- اس وقت ہم لوگوں سے فرماتے تھے کہ اس وقت جاگا کرو، اور استغفار پڑھو کہ اس وقت کا جاگنا بڑی فضیلت ہے، جاگنے میں آیت صریحی وارد ہوئی، اور شاید یہ بھی پڑھا :- تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا- المختصر تہجد کے وقت عشاق کا مجمع آپ کے پاس ہوتا تھا، اور کبھی ہم تنہا ہوتے تھے، اُس وقت اشعار عاشقانہ جناب خود پڑھ کر سناتے تھے، اور کبھی مضامین تصوف از قسم نصیحت یا حکایت بزرگان بیان کیا کرتے تھے، کبھی توحید کا ذکر، اور کبھی اذکار اشغال کا ذکر بیان فرمایا کرتے تھے، اور اشعار اس قسم کے پڑھا کرتے تھے۔ ؎

صحبتِ یک ساعتت با اولیا ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

دیگر اشعار اُردو :- ؎

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگیٔ مستعار رکھتے ہیں

Marfat.com

ارض وسما کہاں تری وسعت کے سامنے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے[1]

تہجد و بیداری کا اہتمام آپ کو تہجد اور بیداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ تمام عمر سائبان میں سردی ہو چاہے گرمی، سب حالت میں وہیں آرام فرماتے تھے فقط اسی واسطے تھا کہ غفلت شب کو نہ ہو جاوے، اور شب کو پہچاننے میں فتور نہ ہو جاوے، جب شب تمامی پر ہوتی تھی کچھ لیٹ کر کے بیدار ہوتے تھے، اس وقت سے نماز صبح کا اہتمام ہوتا تھا، اور پھر پوچھتے تھے کہ کہو میاں کچھ شب ہے یا نہیں، کسی نے کہا کہ شب ہے، کسی نے کہا کہ نہیں ہے، آپ فرماتے تھے کہ اب شب نہیں ہے، بعض وقت فرما دیتے تھے کہ اس قدر شب ہے، پھر ذرا سا بھی طہارت میں اگر آپ کو شبہ ہوتا تھا، تو کسی طرح کا جاڑا ہوتا، مگر فوراً بدن پر سے دولائی اُتار کر غسل خانہ چلے جاتے تھے، پھر صبح صادق کے وقت نماز صبح کی اذان دلواتے تھے، نماز مذہب حنفیہ کے موافق اول وقت جماعت سے پانچوں وقت تمام عمر ادا کی[2]

معتقدین و زائرین کا ہجوم اور انکی رخصتی بعد طلوع آفتاب اور کبھی قبل طلوع آفتاب مسافران مسجد رخصت کئے جاتے تھے، بعض آدمی عذر بھی کرتے تھے کہ مجھے اجازت ملے کہ میں دو چار روز ٹھہروں، مگر آپ فرماتے تھے کہ اگر دو دن سب مسافروں کو ہم روک رکھیں پھر جگہ یہاں نہ ملے کہ لوگ عافیت سے رہیں، چنانچہ آخر زمانہ میں یہ کثرت ہوئی کہ دس دس اور بیس دن کی راہ سے لوگ آتے تھے، اور فوراً رخصت کر دیئے جاتے تھے[3]

---

[1] فضل رحمانی۔ جلد دوم ص۳۷۔
[2] ” ” ص۳۷، ۳۸۔ [3] ایضاً ص۳۸۔

Marfat.com

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :- ایک مرتبہ سات آٹھ رئیس ہمارے ساتھ گئے، ارشاد ہوا کہ آج شمار کرو کہ مسجد میں کتنے آدمی ٹھہرے ہیں، ہم نے جا کر عرض کیا کہ قریب ڈیڑھ سو آدمی کے اس وقت موجود ہیں، باوجودیکہ بہت سے آدمی رخصت کر دیئے گئے تھے، ارشاد ہوا کہ تمھارے ساتھ کتنے آدمی ہیں، عرض کیا کہ آٹھ آدمی ہیں، فرمایا کہ اب اُن کو رخصت کرو، عرض کیا کہ ہم سے زائد چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ کے ساتھ ساٹھ آدمی ہیں، اس لئے کہ اُن کے ساتھ کئی پالکیاں جس میں وہ خود اور اُن کے صاحبزادے اور بہت عورتیں اور رتھ اور گھوڑے ہیں اور شاید ہاتھی بھی ساتھ تھا، اور سات آٹھ سپاہی اور خدمت گار اور اسی طرح بہت آدمی ہیں، ارشاد ہوا کہ اُن کو بھی جانے کو کہو، مگر چونکہ وہ علیل ہو گئے تھے، اس لئے حضرت احمد میاں صاحب نے اُن کو اپنا مہمان کر لیا۔[1]

قبل علالت کے آپ کی عادت تھی کہ دروازۂ مسجد تک مسافروں کو پہونچانے آتے تھے اور بعض بزرگانِ دین کو بستی کے باہر تک بھی پہونچانے جاتے تھے۔[2]

تحفہ و تبرّک بوقتِ رخصت جو چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تھی جیسے کپڑا یا برتن یا کھانے کی چیز مسافروں کو دیدیتے تھے۔[3]

کسی کو چلتے وقت لوٹا اور دری عنایت فرماتے تھے، اور جس کے پاس راستہ کا خرچ نہیں ہوتا تھا، آپ زادِ راہ اپنے پاس سے دیتے تھے، اور مخفی نہ رہے کہ جو لوگ محض طلبِ خدا میں آتے تھے جلدی آپ اپنی زبان سے نہیں فرماتے تھے کہ چلے جاؤ۔[4]

---

[1] فضل رحمانی ص ۳۹ ۔

[2] ” ” ص ۳۹ ۔

[3] ” ” ص ۴۰ ۔ [4] ایضاً ص ۴۱ ۔

Marfat.com

خفگی اور اس کا سبب

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :- ایک بار ہم نے عرض کیا کہ حضرت اس زمانہ کے آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کا سب عمل سنت پر ہے، مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا یہ کیسی سنت ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں ادھر آؤ اور کان میں فرمایا کہ اوپر کے جی سے میں کرڑ کا کرتا ہوں، اور ہم نے اپنے خالق سے پہلے ہی دعا کر لی ہے، کہ جس کے لئے میں بد دعا کروں وہ دعا سمجھی جائے، ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو، دیہاتی لوگ بہت تنگ کریں، بقول نور میاں صاحب۔ ؎

دیوانگی بھی اپنی ہے تجویز عقل سے | دانائیوں سے پھنستے ہیں نادانیوں میں ہم
جائے خیال غیر کہ فرصت نہیں یہاں | ہیں جلوۂ نگار کی حیرانیوں میں ہم[1]

زمانۂ آخر

زمانۂ آخر میں آپ کو خلوت در انجمن زیادہ حاصل تھی، کبھی تو لیٹ جاتے تھے اور چادر اوڑھ لیتے تھے، اور جب کسی نے کچھ عرض کرنا چاہا تو خدام یا صاحب حاجت پیر دباتا تھا آپ اٹھ بیٹھتے تھے مگر اس بیداری میں خلوت در انجمن کا مضمون حاصل تھا اس لئے باتوں میں آپ کی صاف معلوم ہوتا تھا کہ کسی دوسرے کی جانب متوجہ ہیں بہ تکلف ہماری طرف متوجہ ہیں، خط کے جواب میں فقط سلام و دعا پر ختم کرتے تھے اور کبھی کوئی جملہ بھی لکھ دیتے تھے اور ہر وقت کے کلام میں عجب انداز تھا، خود آپ نے کبھی کسی بات کا سوال کیا اس کا جواب ہم نے دیا، اس پر آپ خفا ہو جاتے تھے کہ کیا بک رہے ہو، عرض کیا گیا کہ آپ نے جو پوچھا تھا اسی کا جواب دیا گیا، فرمایا کہ ہم نے کب پوچھا تھا، الغرض فنائیت اور استغراق اس درجہ کا تھا کہ بعض وقت بہ تکلف ہم لوگوں کو پہچانتے تھے، اور فرماتے تھے کہ کون ہو کہاں سے آئے ہو، گویا آپ کو خلوت در انجمن کا مضمون حاصل تھا۔[2]

---

[1] فضل رحمانی۔ صفحہ ۱۴۲۔ ۱۲ [2] ایضاً۔ صفحہ ۵۳۔ ۱۲

دردِ محبّت اُور ذوق وشوق

مولاناؒ کے خمیر میں دردِ محبّت کی ایسی چنگاری تھی کہ ایک ذرا سی تحریک سے مشتعل ہوجاتی تھی اُور آپ پر وجد وکیفیت اُور عشق ومستی کی ایک حالت طاری ہوجاتی تھی، اکثر زبانِ مبارک سے قائمؔ کا یہ شعر پڑھتے تھے جو بالکل حسبِ حال تھا۔ ؎

دل ڈھونڈھنا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اُور آگ دبی ہے

اس دبی ہوئی آگ کو اگر کوئی چھیڑ دیتا، یا ہوا دیدیتا، تو سارے جسم سے اس کی آنچیں نکلنے لگتیں، اُور پاس بیٹھنے والوں کو بھی اُس کی گرمی اُور آنچ محسوس ہوتی۔

ایک آیت پر کیفیت مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:- ایک بار مولانا محمد علی صاحب وغیرہ کا مجمع تھا، قرآن شریف کا ترجمہ ہوا، رکوع یہ تھا۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ اس کا ترجمہ فرمایا، بعد اس کے وہ آیت پڑھی گئی، جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بیان میں ہے:- وَکَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا۔ ترجمہ فرمایا کہ تھا اپنے رب کا پیارا، یہ فرما کر چیخ ماری، اُور آپ پر گویا کیفیت مدہوشی کی طاری ہوئی، اس واقعہ کے بعد دو مہینے سخت علیل رہے[1]۔

ایک مرتبہ جب اس آیت کا ترجمہ پیش ہوا۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کو حکم ہوگا کہ کیا تم نے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ

---

[1] فضل رحمانی صہ ۳۲۔ ۱۲

Marfat.com

ہم کو اور ہماری ماں کو خدا سمجھیں اور خدا کو خدا نہ سمجھیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گھبرا کر یہ فرمانا:۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ؕ یعنی غفورٌ رحیم کا موقع تھا مگر عزیز الحکیم فرمایا، اس وقت واقعۂ قیامت گویا سامنے ہو گیا، اور کیفیت مصیبت قیامت کی سب پر طاری ہوئی، مجھ کو خیال آتا ہے کہ زیادہ حضرت نے اس آیت سے اس آیت[۱] پر چیخ ماری کہ سب کو پل صراط پر سے ایک روز اُترنا ہوگا، غرض جس چیز کا بیان مجلس میں ہوتا تھا، پہلے آپ پر کیفیت آتی تھی بعد اس کے بطور عکس موافق استعداد، ہر شخص پر طاری ہوتی تھی[۲]

اللہ کے معنی زبانِ ہندی میں مولانا سید محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔ ایک روز عصر کے وقت اس کمترین کو نزدیک بلا کر ارشاد کیا، کہ مولوی عبدالقادر صاحب کے ترجمہ سے دو سو برس پیشتر بھاکھا میں نہایت عمدہ ترجمہ قرآن شریف کا ہوا ہے ہم نے دیکھا ہے، اللہ کا ترجمہ جانتے ہو ہندی میں کیا ہے، میں نے تامل کیا، فرمایا منموہن، الٰہ کو ولہ سے بھی مشتق کہتے ہیں، مَن کہتے ہیں دل کو، موہن موہنے والا، یہ کہتے ہوئے چیخ ماری، اور آہ کی[۳]

حدیثِ دوست ایک بار مولوی امیر احمد صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب[۴] کو خط لکھا تھا مولوی عبدالکریم صاحب کا دستور تھا کہ کوئی کام بے اجازت حضرت قبلہؒ کے نہیں کرتے تھے، وہ خط حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کے جواب میں لکھ دو:۔ ؎

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیثِ دوست کہ تکرار می کنیم[۵]

۱؎ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا یہی آیت تھی کہ جس پر آپ نے چیخ ماری۔ ۲؎ فضل رحمانی ص ۳۳۔ ۳؎ ارشاد رحمانی ص ۴۶

۴؎ مولانا عبدالکریم صاحب فاضل، صاحب درس تھے، سب چھوڑ چھاڑ کر حضرت مولاناؒ کی خدمت میں آ رہے تھے۔ مولانا کے خلفاء میں ہیں، گنج مرادآباد ہی میں انتقال کیا۔ ۵؎ فضل رحمانی ص ۴۲-۱۴

Marfat.com

محبتؐ ونسبت کے بغیر زندگی بیکار

ایک بار حضرت قبلہؒ کی مجلس میں ایک بڑے معقولی مدرس کا ذکر آیا، پہلے تو اُن کے تضیع اوقاتی پر چند کلمے افسوس کے فرمائے جس سے اُن مدرس صاحب کی اہانت نکلتی تھی، پھر حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ گو رحمت اُس کی بڑی وسیع ہے، بخشے گا، مگر کس کام کی وہ زندگی، کہ جب اُس میں کوئی بات ہی نہیں پیدا کی[1]۔

عشق کی دُکان

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا، کہ ایک بار ہم مراد آباد حاضر ہوئے حضرت قبلہؒ نے فرمایا، کہ:- تم نے کوئی عشق کی دُکان دیکھی ہے؟۔ ہم نے سکوت کیا، پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ:- ہم نے دو دُکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ غلام علی صاحبؒ اُور دوسری حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی کہ اس دُکان میں سودا عشق کا بکا کرتا تھا[2]۔

اللہ رسُول پر جان قربان کرنا چاہیئے

مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد فرمایا، کہ:- پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے، دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اُور تھوڑا سا کچھ اُور، پھر لطف میں آ کر فرمایا کہ اللہ رسُول پر جان قربان کرنا چاہیئے اس سے سب کچھ ہوتا ہے، اُور چند شعر پڑھے، جن میں سے دو شعر یہ ہیں:- ؎

سحر میں سامری کے کیا قدرت ؛ تیری آنکھوں میں جو اثر دیکھا

ہجوم داغ نے میرے یہ گلفشانی کی ؛ کہ اُس نے آپ تماشے کو مہربانی کی[3]

پریم کا پیالہ

ایک جوان لڑکا، طالب خدا حضرتؒ کی خدمت میں آیا، آپ نے از روئے امتحان مسجد سے نکلوا دیا، جب دروازہ کھلا، احمد میاں صاحب اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آئے، پھر آپ نے کچھ نہ فرمایا، بعد نماز کے اُس کو بلا کر مطلب پوچھا، کہا پریم کا پیالہ پلا دو،

---

[1] فضل رحمانی ص۱۳۰۔۱ [2] فضل رحمانی (حصۂ دوم) ص۲۹۔ [3] ارشاد رحمانی ص۱۴۲۔

Marfat.com

آپ نے شربت منگاکر آدھا خود نوش فرمایا، اور آدھا اُس کو پلا دیا اور فرمایا کہ چلا جا، وہ کامیاب روانہ ہوگیا۔[1]

اللہ کی محبّت میں مزہ

ارشاد ہوا کہ:۔ اللہ کی محبّت میں جو مزہ ہے وہ جنّت کی چیزوں میں نہیں ہے، حور و قصور اور کھانے کی چیزیں اور حوضِ کوثر، ان سب کا مزہ اس مزہ کے روبرو کچھ نہیں ہے، عاشقوں کو جنّت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اسمیں اُسی کا جمال ہے۔ ؎

عاشقاں را روزِ محشر باقیامت کار نیست
کارِ عاشق جز تماشائے جمالِ یار نیست

ہمیں یہ مزہ قرآن مجید پڑھنے میں آتا ہے، جنّت میں جب ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو اُن سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید تو سُن لو، بعض مرتبہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ دم نکل جائے، مگر حضرت (شاہ محمد آفاق صاحبؒ) پاس بیٹھے ہوئے تھے، اللہ کے فضل سے بچ گئے۔[2]

دردِ عاشق

مولانا محمد علی صاحب نے ایک مرتبہ مزاجِ مُبارک کا حال دریافت کیا، کمر میں درد تھا، فرمایا کہ:۔ ہم ہمیشہ اچھے رہتے ہیں، اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود ٭ گرچہ با دیگر کساں بلوا بود

پھر اور مضامینِ عشقیہ اور اشعار زبانِ فیض ترجمان سے جوش میں نکلے، جس سے بہت کچھ کیفیت اور گریہ رہا۔[3]

اہلِ درد اور اہلِ محبّت کو بڑی مدد اشعار عاشقانہ سے ملتی ہے، اس "حدیثِ دیگراں" میں وہ "سرِّ دلبراں" بیان کرتے ہیں، اور دلوں کا سرجوش ان اشعار کی راہ سے نکلتا ہے، کسی عرب

---

[1] مجموعۂ رسائل تصوف ص۲۵ [2] ارشاد رحمانی ص۵۱ [3] ارشاد رحمانی ص۳

شاعر نے سچ کہا ہے۔ ؎

سقونی وقالوا لا تغن ولو سقوا

جبال سُلیمیٰ ما سُقیتُ لغنّت

"مجھے جامِ محبّت پلایا اور ترنّم اور نغمہ سرائی سے منع کیا، حالانکہ پہاڑ کو بھی اگر یہ جام پلا دیا جائے تو وہ نغمہ سرا ہو جائیں"

مولانا لطف و شفقت کے وقت بکثرت شعر پڑھتے، اللہ تعالیٰ نے ایسا مذاقِ سلیم عطا فرمایا تھا کہ جو شعر زبان سے نکلتا وہ انتخاب ہوتا، اور دل کی کیفیت کا صحیح ترجمان، اُن کی قلبی کیفیت، پڑھنے کا لُطف اور موقع بھی اس شعر میں جان ڈال دیتا، اور سننے والوں کے دل پر نقش ہو جاتا۔

اشعار عاشقانہ

مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں: حضرت قبلہؒ کو اشعار کثرت سے یاد ہیں اور جس مجلس میں آپ لُطف میں آکر اشعار پڑھنے لگتے ہیں، وہ صحبت بھی عجیب بلطف کی ہوتی ہے جس کے مزے کو دل ہی جانتا ہے، نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ چند اشعار جو آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہیں، اور اس وقت پیشِ نظر ہیں، ہدیۂ اہلِ مذاق کروں، ایک روز بعد نمازِ صبح حسب معمول حضرتؒ مراقب تھے، اور یہ کمترین پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ رقت طاری ہوئی، آپ فارغ ہو کر کھڑے ہوئے، میں اسی حالت میں تھا، آپ نے مجھے دیکھ کر یہ شعر پڑھا:۔

اے خوش آں چشمے کہ گریاں می نمود

اے خوش آں جائیکہ بریاں می نمود

اِس شعر کے سنتے ہی میں از خود رفتہ ہو گیا۔ رباعی۔ ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند — فرزند و عزیز و خاناں راچہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی — دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

Marfat.com

صحیح بخاری کا سبق ہو رہا تھا، اس میں وہ حدیث آئی کہ لوگ صحابۂ کرامؓ کو اور اُن کے بعد تابعین کو تلاش کیا کرتے تھے تاکہ اُن کی برکت سے دشمن پر فتح یابی چاہیں، اس وقت حضرتؒ نے یہ شعر پڑھا:۔ ؎

سُر سبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

ریتا شاہ جو ایک کامل درویش تھے، اُن کا ایک مرید "پھر مانگ" لکھا تا پھرتا تھا حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے پاس آیا، اور مجھ سے بھی لکھنے کی درخواست کی، میں نے کہا کہ ہم نہیں لکھتے، یہ تو بتاؤ کہ تم کیوں لکھواتے ہو، اُس نے کہا مرشد نے کہا ہے اور میں کچھ نہیں جانتا، حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم سے سنو، اور یہ قطعہ اُسے سنایا۔ قطعہ۔ ؎

کس نے پھر مانگ کہا کس نے منگایا مجھ کو　　کس نے دیوانہ صفت آپ پھرایا مجھ کو
تو وہ داتا ہے کہ سیری نہیں دینے سے تجھے　　لذتِ جود سے پھر مانگ سکھایا مجھ کو

یعنی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ قرآن مجید میں فرمایا۔

ایک روز حضرتؒ سورۂ مریم پڑھ کر اُس کا ترجمہ فرماتے تھے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حال میں یہ آیت آئی:۔ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا، اس کا ترجمہ کیا "اور تھا اپنے رب کا پیارا" اور زور سے چیخ ماری اور سکوت کیا، پھر یہ شعر پڑھا:۔ ؎

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

اُسی روز آپ بیمار ہوئے، اور بعض اوقات یہی شعر پڑھتے تھے، جس کی وجہ سے ارادتمندوں کو ہراس ہوتا تھا۔

Marfat.com

یہ شعر بھی اکثر آپ کی زبانِ مبارک سے سنا گیا۔ ؎

ہجومِ داغ نے میرے یہ گلفشانی کی　　کہ اُس نے آپ تماشے کو مہربانی کی

دن میں سَو سَو بار وَاں جانا مجھے　　اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

دل کِس کی چشمِ مست کا سرشار ہو گیا　　کِس کی نظر لگی کہ یہ بیمار ہو گیا

ہندی اشعار

اِسمَن مور لَبَدھ گیو توہیں　　سُمرن تور بسر گیو موہیں

اَپنے پیا پر تَن مَن وَاروں، جو وَاروں سو تھوڑا رے
ندیا کنارے مورلا بولے، میں جانوں پیا مورا رے

گونا کے باجے باجن لاگے، انگنا میں تھاری لجاؤں
اُن کے نام کی آسا لگی ہے، جن کا مُحمّدؐ ناؤں

جائیے کِس واسطے اے درد میخانہ کے بیچ　　اَور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

کیا کریں سیرِ چمن یاں آرزو کچھ اَور ہے
گل کو کیا سونگھیں دماغ اپنے میں بو کچھ اَور ہے

Marfat.com

ایک مرتبہ فرمایا کہ بوڑھے ہونے سے کچھ آتشِ محبت کم نہیں ہو جاتی، بلکہ زیادہ ہو جاتی ہے، اور یہ شعر پڑھا :- ؎

دل ڈھونڈھنا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے ٭ اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے[1]

مولوی سید تجمل حسین صاحب کہتے ہیں، ایک بار بوقتِ رخصت ارشاد ہوا :- ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست ٭ تا نہ پنداری کہ تنہا می رُوی[2]

ملّاواں کے راستہ میں ایک باغ پڑا، اُس میں کھڑے رہے، اور فرمایا :- ؎

بادِ نسیم آج بہت مُشکبار ہے ٭ شاید ہوا کے رُخ پہ کھُلی زلفِ یار ہے

شعر فرمودۂ حضرتؒ :- ؎

جب عشق میں تیرے بھر گئے ہم ٭ تو ہی رہا گذر گئے ہم

تیرے ہی طرف کو راہ نکلی ٭ بھولے بھٹکے جدھر گئے ہم

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے تعلّق و عشق

مولوی تجمل حسین صاحب اور نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں پڑھا :- "جن گلیاں محمدؐ جلیں وہ گلیاں میں پلکن بہور وں"[3]

نواب نور الحسن خاں مرحوم لکھتے ہیں :- ایک صاحب نے دو کتابیں تصوف کی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں پیش کیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ :- میں کوئی کتاب تصوف کی نہیں دیکھتا، اور میرا دل خود تصوف ہے، اور میرا تصوف یہ ہے، پھر سورۂ مزمل کی پہلی آیت پڑھ کر ترجمہ فرمایا، اور شعر نعت کا پڑھا۔

ترہوئی باران سے سوکھی زمین ٭ یعنی آئے رحمۃٌ للعالمین[4]

---

[1] ارشاد رحمانی ص۵۱-۵۲۔ [2] فضل رحمانی ص۴۵۔ [3] فضل رحمانی ص۶۵ و مجموعۂ رسائل تصوف ص۵۳۔

[4] صحیفۂ راز۔ مجموعۂ رسائل تصوف ص۱۹۷۔ ۱۲

اتباعِ سنّت اور احترامِ شریعت

اس عشق و محبّت ذوق و شوق کے باوجود اس درجہ کا اتباع سنّت اور احترام شریعت تھا کہ مبصر اور صاحب نظر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس درجہ کا متبع سنّت ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، ان دو چیزوں کا اجتماع ایسا نادر و نایاب ہے کہ کہنے والوں نے بہت پہلے کہا ہے:۔

در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

لیکن مولانا کی زندگی "سندانِ عشق" اور "جامِ شریعت" کے اجتماع کا اس دورِ آخر میں بہترین نمونہ ہے۔

علو مرتبہ کا سبب مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے کون سا عمل عمدہ فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہونچے۔ ارشاد ہوا کہ: سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے[1]۔

شریعت کے بغیر کچھ نہیں فرمایا کہ:۔ غوث ہو یا قطب، جو خلافِ شرع کرے، وہ کچھ بھی نہیں[2]۔

اتباعِ سنّت کا درجہ نواب نورالحسن خاں صاحب لکھتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ:۔ اتباعِ سنّت یہی غوثیت اور قطبیت ہے[3]۔

---

[1] فضل رحمانی ص۱۴۶۔

[2] مجموعۂ رسائل تصوف ص۴۴۔ [3] ایضاً ص۴۵۔

Marfat.com

اتباع کے معنی

ایک جلسہ میں یہ ارشاد ہوا کہ:۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ اس کا ترجمہ کہو پھر خود ہی فرمایا کہ:۔ ہماری چال چلو، تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو[1]۔

اتباع شریعت کی تاثیر

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں:۔ مشائخ تصور شیخ بھی تعلیم کرتے ہیں اور اس کو نہایت موثر اور سہل ترین راہ بتاتے ہیں، مگر ہمارے حضرت مدظلہم العالی بسبب کمال احتیاط کے اس کی تعلیم نہیں فرماتے، میں نے مکرر تصوّر شیخ کی نسبت دریافت کیا، ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ہمارے حضرت کے یہاں یہ تعلیم نہیں تھی، شیخ کی محبت اور اس کا اتباع چاہیئے، اور محبت کی وجہ سے بے اختیار تصوّر آجانا اور بات ہے، خود صحابہ کو ایسا ہوتا تھا، چنانچہ بعض صحابہ کا مقولہ ہے:۔ کانی انظرالی وبیص ساقیہ[2]۔

ارشاد ہوا کہ تصوّر یا بے تصور شیخ کی محبت ہونی چاہیئے، ہم نے کبھی نہیں کیا، ہم تو وہی باتیں کرتے تھے جو حدیث میں آئی ہیں، اسی سے کلمۂ لا الہ الا اللہ جاری رہتا تھا، یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور اُن اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی[3]۔

اذکار و اوراد میں حدیث کی پیروی

مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بعد ظہر انا فتحنا پڑھنا چاہیئے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، پھر عرض کیا کہ بعد عصر عم یتساءلون پڑھنا چاہیئے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں آیا، مگر میں کبھی بعد عصر اور کبھی قبل عصر پڑھ لیتا ہوں[4]۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ نے یہ دعا پڑھی:۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ ۔ اور ارشاد ہوا کہ وضو کے اندر اسی دعا کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے

---

[1] فضل رحمانی جلد دوم ص۳ ۔ [2] ارشاد رحمانی و فضل یزدانی ص۲۱ ۔ [3] ایضاً ص۲۲ ۔
[4] ارشاد رحمانی و فضل یزدانی ص۲۸-۲۹ ۔

Marfat.com

اور کسی دعا کا پڑھنا حدیث میں نہیں آیا۔[1]

میں نے عرض کیا کہ بیشتر حضور فلاں آیت پڑھ دیتے تھے، ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف حالت کی وجہ سے معمول میں اختلاف ہوا، آخر میں اتباعِ سنّت کو غلبہ ہوگیا، اس وجہ سے انھیں اعمال پر مدار رہا جو بہ تخصیص حدیث میں آئے ہیں، اگرچہ کسی اور آیت کا پڑھ دینا خلافِ حدیث نہیں ہے۔[2]

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ فقیر نے عرض کیا کہ ہم نماز ظہر میں اللہ الصمد پانچ سو مرتبہ پڑھتے ہیں، آپ نے فرمایا، کہ:- حدیث میں قل ھو اللہ احد اللہ الصمد پورے سورہ تک پڑھنے کو فرمایا ہے، اور اللہ الصمد تو نہیں فرمایا۔ کسی اور دعا کو ہم نے پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ پڑھنے کو تھوڑی منع کرتے ہیں، ذکر اس کا ہے کہ سنّت نہیں ہے، حضرتؒ کو سنّت کا بڑا لحاظ تھا۔[3]

ماثور دعائیں

نواب نور الحسن خاں مرحوم لکھتے ہیں حضرت نے فرمایا، کہ:- مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں اُن میں وہ تاثیر نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی ہیں ان میں ہے۔[4]

درود شریف کی اہمیت

ارشاد فرمایا:-
"درود بکثرت پڑھو، جو کچھ ہم نے پایا، درود سے پایا۔"[5]

---

[1] ارشاد رحمانی وفضل یزدانی ص۲۹ [2] ایضاً ص۵۳

[3] فضل رحمانی (جلد ثانی) ص۷ [4] مجموعۂ رسائل تصوف ص۴۷

[5] فضل رحمانی ص۳۶۔

Marfat.com

اتباعِ سنّت کا مفہوم آپ نے فرمایا، کہ:۔ اتباعِ سنّت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کرے گھٹائے بڑھائے نہیں، اور یہ قطعہ پڑھا:۔

گرد نعل اسپ سلطانِ شریعت سُرمہ کُن
تا شود نورِ الٰہی با دو چشمت مقترن[۱]

فنافی الرّسولؐ کا مطلب مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں، کہ:۔ ارشاد ہوا کہ افعالِ ظاہری رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنافی الرّسُول ہے، اور کچھ نہیں[۲]۔

ولایت کی تعریف مولانا تحریر فرماتے ہیں:۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت حالتیں سب کچھ طاری ہوتی ہیں مگر وہ جو بات ہے وہ نہیں ہے، ارشاد ہوا کہ کوئی آسمان پر اُڑنے نہیں لگتا ہے، ولایت اسی کو کہتے ہیں کہ احکامِ شریعت بے تکلّف ہونے لگیں اور افعالِ شریعت ایسے ہو جائیں کہ گویا اُمورِ طبعی ہیں[۳]۔

رسوم کی ناپسندیدگی مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ چودھری (محمد عظیم صاحب) نے یہ بھی بیان کیا کہ وزیر علی شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ہم بطورِ تعزیت سوم روز گئے، اور ہم حساب کر کے گئے کہ آج سوم ہے مگر وہاں کچھ نہیں تھا، اُن کے بیٹے نے کہا کہ شاہ صاحب کی وصیت تھی کہ سوم چہارم یہ سب ہمارا نہ ہو، چنانچہ بانگر مئو" سے ہم

---

[۱] انوار العیون۔ مولفہ مولوی حسام الدین احمد صاحب فضلی ص۱۹۳۔
[۲] ارشادِ رحمانی ص۳۶۔ [۳] ایضاً ص۳۶۔

Marfat.com

واپس آئے تو حضرت قبلہؒ دروازے پر کھڑے تھے، فرمایا کہاں سے آتے ہو، چودھری صاحب نے کہا میاں وزیر علی شاہ صاحب کے یہاں تعزیت کو گئے تھے، اُن کا آج روز سوم حساب کر کے گئے تھے مگر معلوم ہوا کہ سوم چہارم کی ممانعت میں وصیت کی تھی، اس پر حضرت قبلہؒ خوش ہوئے اُور فرمایا ہاں یہی چاہیئے اُور اس جگہ کچھ اُور لفظ بھی فرمایا جس کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کی پابندی عمدہ چیز ہے[۱]

چہلم و عرس کی ممانعت

ہم نے یعنی فقیر تجمل حسین نے حضرت قبلہؒ سے عرض کیا کہ بدعت کی جزئیات کو فرما دیجئے، مثلاً بعد انتقال حضور کے چہلم و چہارم ہوگا یا نہیں ؟۔ آپ نے فرمایا کہ صحابہؓ کا فعل یہ نہ تھا، الغرض آپ کے عہد میں یہ سب نہ تھا، پھر ہم نے عرض کیا کہ بعد انتقال حضور کے عرس مزار پر آپ کے ہو یا نہیں ؟۔ آپ نے فرمایا ہرگز عرس نہ ہو جب کوئی سے فضل رحمٰن کا انتقال ہو تو چار قل پڑھ کر بخش دے، بس اس سے زیادہ کچھ نہ کرے، اس پر جناب احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ قل و عرس تمام بزرگان کا ہوتا ہے، یہاں بھی ہونا چاہیئے آپ نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ ہرگز نہ ہو، ہماری قبر پر کوئی میلہ نہ کرے[۲]

بدعات و رسوم کی مخالفت

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ ارباب مونگیر نے تعزیہ کے بارے میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں استفتا ارسال کیا، آپ نے اس پر یوں تحریر فرمایا :" ما امور ند کورہ را قائل نیم ہر چہ خلاف سنت است بدعت است[۳] "، عرض کیا گیا کہ چہلم و سوم جو آج کل مسلمانوں میں مروّج ہے بدعت ہے یا نہیں؟ فرمایا :۔ بیشک بدعت ہے[۴]۔

---

[۱] فضل رحمانی ص ۳۰ [۲] کمالات رحمانی ص ۳۶

[۳] " " ص ۱۳۲ [۴] ایضاً ۔ ص ۱۳۳

Marfat.com

راقم نے عرض کیا کہ حضور کے انتقال کے بعد ہم لوگوں کا اجتماع آپ کے مزار پر عرس کے لئے ہو یا نہیں، یا یہ بھی بدعت ہے، آپ نے فرمایا کچھ ضرور نہیں ہے، ہماری قبر پر کوئی مجمع نہ ہو، حضرت احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ تمام درویشوں کا عرس ہوتا ہے، لوگوں کو فیض ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ جب کوئی سُنے ہم مرگئے اُسی وقت الحمد اور چار قل پڑھ کر ہم کو بخش دے، اُس وقت اُس کو فیض پہونچے گا، راقم کہتا ہے کہ حضرت قبلہؒ کو خیال سنّت کا بہت تھا، آپ نے اپنے پیر کا عرس نہیں کیا اور نہ اُن کے پیر نے اپنے پیر کا عرس کیا۔[1]

احکام و مسائلِ شریعت کا احترام

ایک مرتبہ مولوی محمد شفیع صاحب بجنوری نے حج کو جانے کا ارادہ ظاہر کیا، حضرت مولاناؒ نے فرمایا: شرائطِ حج کی بھی خبر ہے یا ویسے ہی حج کا ارادہ کر لیا۔ حضرت مولانا کا مطلب یہ تھا کہ زاد و راحلہ و نفقہ اہل و عیال بھی ہے یا نہیں، مولوی محمد شفیع صاحب نے عرض کیا:۔ حضرت! جی ہاں شرائط کی خبر ہے۔ فرمایا:۔ کیا خبر ہے؟۔ انھوں نے حضرت خواجہ حافظ کا یہ شعر پڑھ دیا ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں

شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

حضرت مولاناؒ نے یہ شعر سُن کر ایک پرجوش نعرہ لگایا، لیکن فوراً ہی سنبھل گئے، اور فرمایا کہ سب واہیات ہے جو شریعت۔ نے فیصلہ کیا وہی برحق و درست ہے۔[2]

حدیث وفقہ کی عظمت

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ ایک بار کانپور کے ایک مشہور مدرس صاحب آپ کی خدمت میں پہونچے، آپ نے حسب عادت پوچھا کہ کیا پڑھاتے ہو، انھوں نے سب علموں کا نام بتایا، معقول کو زائد بتایا، آپ نے

---

[1] فضل رحمانی ص ۱۳۴
[2] ارواح ثلثہ ص ۲۵۸

فرمایا، کہ منطق کے زیادہ پڑھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے، حدیث فقہ پڑھایا کرو، دیکھو اگر کسی کے آنکھ ہو تو ہم بتا دیں اور دکھا دیں کہ مولوی عبد الحی مرحوم کی قبر میں کیا حالت ہوئی کہ قرآن کی منور ہے، ہدایہ کا حاشیہ لکھنے کے سبب سے اللہ نے اُن کو اس درجہ میں رکھا ہے، قاضی مبارک کو دیکھو کہ معقول کے اشتغال سے کیا حالت ہوئی[1]۔

علم و علماء کا احترام شریعت کی جو تعظیم و توقیر آپ کے دل میں تھی اس کا اثر و نتیجہ یہ تھا کہ آپ علمائے شریعت کی بڑی تعظیم و توقیر فرماتے، اور اگر کوئی عالمِ ربانی آپ کی خدمت میں آتا تو بڑی پذیرائی اور احترام فرماتے اور بڑا اہتمام کرتے، اور آپ کو اس کی آمد کی بڑی خوشی ہوتی، مولوی سید تجمل حسین صاحب فرماتے ہیں :- جب مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کو تشریف لائے تو اتنی بڑی خوشی آپ کو تمام عمر نہیں ہوئی تھی، آپ نے اپنی چارپائی پر بٹھایا اور تعظیم کی، اور فرمایا کہ میں نے بوڑھا ہو کر تمہاری تعظیم بہ سبب تمہارے علم کے جو کی، اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کی تھی[2]، اور جناب احمد میاں صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم کو ان کے آنے سے خوشی ہوئی یا نواب حیدر آباد کے آنے سے، حضرت احمد میاں نے فرمایا کہ ان کے آنے سے میں خوش ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نئے مکان کے دالان میں چارپائی بچھاؤ کہ یہاں مسجد میں زمین پر تکلیف ہوگی اور کھانا ان کے واسطے اچھا اچھا تیار کرو[3]۔

جب مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے اُن کے آنے میں بھی آپ نے بہت خوشی کی، اس لئے کہ آپ مولانا شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے[4]۔

---

[1] فضل رحمانی ص۱۳ [2] غالباً نقل میں سہو ہو گیا ہے۔ حضرت عباس کے بجائے حضرت عمر کا نام چاہیئے اور حضرت عمر کے بجائے حضرت عبد اللہ بن عباس کا [3] فضل رحمانی ص۲۲-۲۳ [4] الیفاً ص۲۵

اسی طرح سے مولوی امیر احمد صاحب سہسوانی مولوی عبدالکریم صاحب کے اُستاد تشریف لائے، حضرتؒ آپ کے آنے پر بھی بہت خوش ہوئے، چونکہ علم ادب میں اُن کا زیادہ شہرہ تھا، اس لئے بوقت سبق بخاری شریف کے بڑا حلقہ اہلِ علم کا تھا، مولوی امیر احمد صاحب سے جا بجا لُغت وغیرہ استفسار فرماتے رہے، مولوی صاحب موصوف بتاتے گئے، مولانا نوراللہ مرقدہ آپ سے بہت خوش ہوئے، اور کیوں نہ ہو، یہ پُرانے مدرس تھے[1]

بالآخر مولوی امیر احمد صاحب رُخصت کئے گئے، اس طرح پر کہ مولوی عبدالکریم صاحب کئی برس سے مسجد میں معتکف تھے، اور احاطۂ مسجد سے باہر نہیں ہوئے تھے، مگر اُس روز اُن کو حکم ہوا، کہ مولوی عبدالکریم صاحب بستی کے باہر تک اپنے اُستاد کے ساتھ پہونچانے جاویں[2]

---

[1] فضل رحمانی ص ۴۶/۱

[2] ″ ″ ص ۴۷/۱

قرآن وحدیث سے عشق

قرآن وحدیث سے آپ کو ایسا شغف تھا، جس کو عشق سے کم کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا،
آپ کے واقعات وکیفیات ہی سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

قرآن کی لذّت ودولت

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :- ایک روز آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے، کہ آپ پر کیفیت طاری ہوئی، راقم سے فرمایا، کہ جو لذّت ہم کو قرآن میں آتی ہے اگر تم کو وہ لذّت ذرہ بھر آوے تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو، کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاؤ، آپ نے آہ کی، اور حجرہ میں تشریف لے گئے، اور کئی روز تک بیمار رہے[1]۔

مولانا سید محمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں نے ابتدا میں حضرت سے عرض کیا کہ ہم کو جو مزہ شعر میں آتا ہے قرآن شریف میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ ابھی بُعد ہے، قُرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے، کسی میں نہیں[2]۔

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا، کہ :- قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پرآ کر بیٹھ جاتے ہیں[3]۔

ایک روز آپ نے فرمایا، کہ :- نسبت قرآن کی غایت سلوک ہے[4]۔

ایک مرتبہ فرمایا، کہ :- ہم کو اگر قرآن شریف کے بدلے جنّت ملے تو منظور نہیں، اگر قرآن شریف ہو تو کیا مضائقہ ہے، ہمارے پاس جنّت میں حوریں آئیں گی تو اُن سے ہم کہیں گے کہ آؤ بی بی بیٹھ جاؤ، تم بھی قرآن شریف سنو[5]۔

---

[1] ذکر رحمانی ص۸ [2] مجموعہ رسائل تصوف ص۴۹ [3] کمالات رحمانی ص۲ [4] اسرار محبت (مجموعہ رسائل تصوف) ص۱۵ [5] فضل رحمانی ص۔

Marfat.com

شغلِ حدیث مولانا اشرف علی صاحبؒ راوی ہیں کہ ایک بار حدیث شریف کا سبق پڑھا کر یہ شعر پڑھا:۔ ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیثِ دوست کہ تکرار می کنیم[۱]

حدیث سے خوشی مولوی سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں، کہ:۔ بعض وقت بلکہ کتنی مرتبہ ہم نے خود رخصت ہونا چاہا، آپ فرماتے تھے کہ جلدی کیا ہے، ٹھہرو حدیث ابوداؤد شروع ہوئی ہے، اور کبھی پہونچنے کے ساتھ ہی آپ بہت خوش ہو کر مجھ سے فرماتے تھے، کہ:۔ اچھا ہوا کہ تم آئے، حدیث شروع ہوئی ہے[۲]

حدیث پڑھنے میں توجہ الٰہی ایک محدث صاحب تشریف لائے، تو حضرت قبلہؒ نے فرمایا، کہ:۔ تم جانتے ہو کہ حدیث پڑھنے میں اللہ کو کیسی محبت ہوتی ہے، اور کیسا پیار ہوتا ہے، جیسے کسی عورت کا لڑکا مر جائے، اور اس کی کوئی کتاب پڑھنے کی ہو، اور اس لڑکے کے مرنے کے بعد اس کی ماں کسی طالب علم کو دے، کہ یہ میرے لڑکے کی کتاب ہے، اس کو پڑھو اور ہم کو سناؤ، اب اس وقت پڑھنے میں جو کیفیت اور جوشِ محبت اس کی ماں کو ہوتا ہے، ویسا ہی بعد رسولؐ کے اُن کی حدیث پڑھوانے سے ایک محبت کا جوش اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے[۳]

---

[۱] ارواح ثلثہ صفحہ ۲۹۔

[۲] فضل رحمانی صفحہ ۴۲/۱۔

[۳] " " صفحہ ۸۵/۲۔ یہاں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی میں تمثیل مقصود ہے۔ ۱۲

حدیث کا فیضان

ایک بار آپ نے حدیث کے فیضان کو فرمایا، کہ :۔ شیخ عبدالحق محدث جہاں حدیث پڑھاتے تھے، ایک بزرگ نے دیکھا کہ وہاں انوار آسمان سے زمین تک نازل ہو رہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں درس حدیث ہوتا تھا۔ اب وہاں گنوار رہتے ہیں [1]

حدیث وقرآن کی مزاولت کے اثرات

مولوی سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں، کہ تعلیم امور باطنی کے باب میں جو طریقہ مروجہ ہے اس بارہ میں آپ سے عرض کیا، اُس پر ارشاد ہوا، کہ :۔ یہی طریقہ شریعت عمدہ ہے، اسی حدیث و قرآن کی مزاولت اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوئے ہیں، اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی [2]۔

درس حدیث کے وقت سُرور و فیض

آخر عمر میں آپ کو اکثر استغراق رہتا تھا، مگر نماز کے وقت آپ کو استغراق کی کیفیت نہیں ہوتی تھی اور حدیث کے وقت آپ خوش ہوتے، اور حاضرین پر فیض کا نزول ہوتا، بعد ختم حدیث کے دعا فرماتے [3]۔

درس حدیث کی کیفیت

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری اپنی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، میں حاضر ہو کر ادب سے بیٹھنا چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا، کہ :۔ بخاری لاکر انھیں دو، میں نے پڑھنا شروع کیا، اُس وقت کی کیفیت کو نہیں عرض کر سکتا ہوں، ما دا نیم و دل، مختصر اُس کا یہ ہے کہ مجھے اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، اور میں خاص حضرت صلی اللہ

---

[1] فضل رحمانی ص ۱۴۷-۱۴۸۔ [2] ایضاً ص ۸۳۔ [3] ذکر رحمانی ص ۷-۱۲

Marfat.com

علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں، اُس وقت حضوری کی ایک ایسی لذت تھی کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہ ہوتا تھا، اور حضرتؒ کبھی کبھی مسکراتے تھے، اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے، کبھی کوئی اشعار پڑھتے تھے، کبھی ہندی کے گیت ارشاد فرماتے تھے، کہ پھر حضرت نے فرمایا، کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ترجمہ کرو، میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا نہیں، حضرت محبوب ہیں، زبانِ عشق سے کہو، پھر آپ نے خود فرمایا کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی پیار کرے اُن کو اللہ اور سلامت رکھے، اِس جملہ سے مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، اور میں نے نعرہ مارا، حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہوکر اتنا چلاتے ہو۔[1]

حدیث کے انوار کو کوئی نہیں پاتا

مولانا شاہ سلیمان صاحب ہی راوی ہیں:۔ ایک بار میں کانپور سے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا، مولوی احمد حسن صاحب مرحوم کانپوری اور مولوی شاہ سید تجمل حسین صاحب بھی ہمسفر تھے، اس دفعہ دو تین دن ٹھہرا، مگر حضرت کو استغراق میں پایا، ہر چند استفادہ کرتا تھا، مگر پتہ نہیں لگتا تھا، دو ایک بات بھی حضرت نے نہیں فرمائی، ہاں موطا شریف کے درس میں کچھ مزے دار باتیں فرمادیا کرتے تھے، میں اُس وقت مراقب تھا، حضرت احمد میاں صاحب نے فرمایا، باوا مولوی سلیمان صاحب موطا سننے کو نہیں آئے ہیں، یہ کچھ اور دیکھ رہے ہیں، حضرتؒ نے کچھ جواب نہیں دیا، بعد درس جب لوگ جانے لگے تب حضرت نے فرمایا، کہ:۔ حدیث کے انوار کو کوئی نہیں پاتا، جس کا جی چاہے دیکھ لے۔[2]

حدیث انتقال کے وقت

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ آپ نے علالت میں وصیت کی تھی کہ ہمارے مرنے کے وقت بھی حدیث پڑھی جاوے کہ روح ہماری حدیث سنتے سنتے نکل جائے، چنانچہ بعض آدمیوں نے حضور کی نزع کے وقت

---

[1] کمالاتِ رحمانی ص ۳۹-۴۰ [2] ایضاً ص ۴۱۔

Marfat.com

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھی تھی۔[1]

حدیث دمِ واپسیں تک

حکیم عظمت حسین صاحب دمِ رحلت تک برابر حدیث پڑھتے رہے، اور چونکہ قریب زمانۂ رحلت کے حضرت قبلہ قدس سرہٗ کو دست آنا شروع ہو گئے تھے، اسی حالت میں پائخانہ سے آ کر کے آپ کو ضعف زیادہ ہو گیا تھا، اس وقت حکیم صاحب سے فرمایا، کہ لاؤ حدیث پڑھو، اگر پڑھتے پڑھتے جان نکل جائے تو بہتر ہے۔

غیرت از چشم برم روی تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم
گر بیاید ملک الموت کہ جانم بہ برد
تا نہ بینم رخِ تو روح رمیدن ندہم

بعد ازاں پھر صحت ہو گئی، پھر چند روز کے بعد علیل ہوئے مطابق اسی حکم کے جب آخر وقت مولانا صاحبؒ کا پہونچا، تو حکیم صاحب حالتِ بیہوشی میں بھی حدیث سناتے رہے، اور قریب وقت رحلت تک (یہ سلسلہ جاری رہا) اور سورۂ یٰسین بھی پڑھتے تھے۔[2]

---

[1] فضل رحمانی ص ۲۳۔۲۴

[2] ،، ،، (جلد ثانی) ص ۸۳۔۸۴

بذل و عطا

زہد و توکل کا طبعی ولازمی نتیجہ بذل و عطا اور جود و سخا ہے، جس صاحب یقین پر دنیا اور دولت دنیا کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے، اور قل متاع الدنیا قلیل کا استحضار ہو جاتا ہے وہ بخل کے ہر شائبہ سے پاک ہو جاتا ہے، جس کو اشرفیاں ٹھیکیاں اور ٹھیکریاں نظر آنے لگتی ہیں، اور مال کی محبت دل کے ہر گوشہ سے نکل جاتی ہے اُس کا ہاتھ کون روک سکتا ہے، مولانا کا یہی حال تھا، کہ اُن کا محبوب مشغلہ مال و دولت، تحائف و ہدایا کی تقسیم اور جو کچھ آئے اُس کا جلد سے جلد بانٹ دینا تھا، مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ حیدر آبادی نے ہزار روپیہ کا نوٹ نذر کیا، ایک بنیا خادم خانقاہ دیر سے عرض کر رہا تھا کہ لڑکی کی شادی کے لئے چھ سو روپیہ چاہیے، نوٹ اسی کے حوالہ ہوا کہ چھ سو روپیہ لے کر چار سو یہاں دے جا، وہ بھی بنیے کو جو صبح شام آٹا دال پہونچاتا تھا اُس کو دے دیا، مہینہ میں ہزار ہا روپیہ نذر آتا تھا، اور سب کھانا کھلانے اور دینے لینے میں خرچ ہو جاتا تھا[1]۔

نفع عام اور خدمت خلق کا جذبہ

مولوی صاحب فرماتے ہیں، ایک مرتبہ ہم نے عرض کیا کہ :۔ آگ کی دھونی پر لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ حقہ والوں کی مدد کرتے ہیں، اور یہ مکروہ ہے، اور علاوہ اس کے تمام رات دن آگ جلانی ایک قسم کا اسراف بیجا ہے۔ ارشاد ہوا کہ :۔ یہ آگ جو تمام رات دن جلا کرتی ہے

---

[1] فضل رحمانی ص۳۵۔

Marfat.com

حقہ والوں کے لئے نہیں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ ہمارے گاؤں کے غریب آدمیوں کو آگ نہیں ملتی ہے، اس لئے یہ آگ روشن رہتی ہے، اور اکثر نمازی پانی گرم کر کے غسل بھی کرتے ہیں [۱]

تحائف اور کتابوں کی تقسیم آپ کے پاس تحفے اور ہر ملک سے صدہا قسم کی چیزیں از قسم ملبوس یا غیر ملبوس آتی تھیں، مگر سب تقسیم ہو جاتی تھیں،

ایک مرتبہ فقیر کے سامنے ایک ٹوکرہ مراد آبادی برتن کا آیا، آپ نے بعد مغرب سب نمازیوں کو برتن تقسیم کر دیئے، دو ایک برتن نواسہ کھڑے ہوئے تھے اُن کو دے دیئے کہ صاحبزادی کو دے آؤ، اور ایک گلاس اپنے لئے رکھ لیا، اُس کو بھی کسی مسافر کو شب میں دے دیا۔[۲]

ہمیشہ قرآن شریف یا اور کتابیں اہلِ مطبع بھیجا کرتے تھے، دیہات کے لوگ جو جمعہ پڑھنے کو آیا کرتے تھے اُن سے استفسار فرمایا کرتے تھے کہ تمھارا لڑکا کیا پڑھتا ہے، جس نے کہا قرآن شریف پڑھتا ہے اُس کو آپ دے دیا کرتے تھے، شام تک کچھ کتاب وغیرہ باقی نہیں رہا کرتی تھی، اسی طرح آم کے زمانہ میں ٹوکروں آم آتے تھے، اور شیرینی بکثرت آتی تھی، اہلِ مسجد اور بستی کے لوگوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔[۳]

ایک مرتبہ جناب شاہ غلام رسول صاحب قدس سرہ کانپوری والد جناب مولوی شاہ عبدالحق صاحب کانپوری آپ کے پاس بہ نظرِ ملاقات تشریف لے گئے، تو کسی نے ایک عبا پُر تکلف بیش قیمت آپ کو نذر کی، اور ایک جلد قرآن شریف مطلّا اٹھارہ سو روپیہ کی بھی نذر کی، حضرت قبلہؒ نے شاہ غلام رسول صاحب کو دے دیا، اور فرمایا کہ آپ تکلف کا کپڑا پہنتے ہیں اس کو آپ ہی پہنئے، اور قرآن شریف بھی انھیں بزرگ کو دے دیا، شاہ صاحب موصوف بھی اس سخاوت کو دیکھ کر حیران ہوئے

---

[۱] فضل رحمانی ص ۵۹-۶۰ [۲] ایضاً ص ۵۹ [۳] ایضاً ص ۶۰

Marfat.com

اور فرمایا کہ بس توکّل اس کو کہتے ہیں، کپڑے صدہا قسم کے آپ کی خدمت میں آتے تھے، لٹھا، ململ، شال، دوشالہ، کمخواب، سب طرح کی نذریں گذرتی تھیں، مگر آپ سب تقسیم کر دیتے تھے، خود دو تین آنہ گز کا کپڑا از قسم لٹھا وغیرہ کا انگر کھا پہنتے تھے[۱]

وزیر اودھ کا نذرانہ اور اس کی تقسیم

ایک بار وزیر لکھنؤ پر عتاب شاہی ہوا، وہ ازبس متفکر تھے، شرف الدولہ مرحوم کہ حضرت قبلہؒ سے عقیدت رکھتے تھے، انھوں نے وزیر صاحب سے کہا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں، ان دنوں حضرتؒ لکھنؤ میں آئے ہوئے ہیں اُن سے اگر التجا کیجئے تو یہ کام ہو جائے، خلاصۂ کلام وہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض مطلب کیا، حضرتؒ نے بشارت فرمائی، بادشاہ نے وزیر صاحب کو بُلا کر اعزاز بخشا، وزیر صاحب دو ہزار روپیہ نذرانہ لائے، حضرتؒ نے فرمایا:۔ روپیہ ہم کیا کریں گے، تم اِس روپیہ کے قرآن شریف چھپوا دو، پھر آپ لکھنؤ سے چلے گئے، اور ایک برس کے بعد پھر لکھنؤ آنے کا اتفاق ہوا، وہاں قرآن شریف چھپے ہوئے تیار تھے، وزیر صاحب کو خبر ہوئی، ایک اونٹ پر تمام جلدیں قرآن کی لدوا کر اور بمزید انبساط ایک گھوڑا مع سازو یراق ساتھ لے کر آئے اور نذر کیا، حضرت بہت خوش ہوئے، اور وہاں سے سندیلہ کی طرف روانہ ہوئے، اور سندیلہ تک سارے قرآن شریف بانٹتے آئے، بلکہ اونٹ بھی دے دیا، اور محتاجوں کو گھوڑے کا ساز و یراق تک تقسیم کر دیا، اور آخر میں گھوڑا بھی کسی کو عطا فرما دیا[۲]۔

حق ہمسائگی

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ آپ کا یہ بھی شغل تھا کہ بنظر سخاوت اکثر غریب عورتیں اپنے کھیت سے مٹی بقدر ایک بڑی رکابی کے کلوخ کے لئے لایا کرتی تھیں، آپ ایک پائی میں خرید اکرتے تھے، اور اُپلہ یعنی گوٹھ موٹے موٹے لمبائی میں ایک

---

[۱] فضل رحمانی صفحہ ۱۶
[۲] ایضاً صفحہ ۱۶۲

Marfat.com

ہاتھ کے قریب تمام دن اس کی خریداری ہوتی تھی، فقیر نے عرض کیا کہ ایک بار گاڑی پر منگا لیجئے کیونکہ ایک بڑی رکابی کے بقدر لاتی ہیں، اور ایک پائی آپ دیتے ہیں، اسی طرح گوٹھ کی قیمت بھی آپ بہت دیتے تھے، آپ نے سکوت فرمایا، اشارتًا معلوم ہوا کہ پرورش اُن کی منظور ہے اور حق ہمسایہ ادا کرنا مدنظر ہے[1]۔

اُپلہ کی خریداری کے بارے میں عرض کیا کہ یہ عادت جوگیوں کی دیکھی ہے، یا آتش پرستوں کی، کہ تمام دن آگ جلایا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ:- غریب محلہ کے لوگ آگ لے جاتے ہیں، اور اس کیساتھ ایک اُپلہ بھی لے جاتے ہیں[2]۔

شرفا و غربا کی مدد کا طریقہ راقم سطور نے نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم سے خود سنا کہ ایک بار سرِ شام کسی نے پانچ سو روپیہ نذر کئے اُسی وقت اعلان فرما دیا کہ ہمارے حجرہ کی دیوار گری جا رہی ہے اس کی مرمت کی ضرورت ہے، اہلِ قصبہ اس ادا سے واقف تھے، بہت سے شرفا اور غربا ٹوکریاں اور پھاوڑے وغیرہ لیکر حاضر ہو گئے، اور کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا کسی نے کچھ کیا، آپ نے کسی کو کچھ دیا، کسی کو کچھ، سونے سے پہلے پہلے ساری رقم تقسیم فرما کر فارغ ہو گئے، کسی صاحب نے عرض کیا، کہ آخر ایسی کیا عجلت تھی؟ - فرمایا:- واہ! ہماری دیوار گری جا رہی تھی، تم باتیں بناتے ہو۔

---

[1] کمالاتِ رحمانی مع ملفوظاتِ جدیدہ ص۳۰

[2] ” ” ” ” ص۳۰

Marfat.com

زہد و توکّل

محبت و یقین کا طبعی خاصہ زہد و توکّل ہے، جو جتنا بڑا صاحب محبت اُور صاحب یقین ہے اتنا ہی بڑا زاہد و متوکل ہے۔ ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

مولاناؒ کے زہد و توکّل کے واقعات اولیائے متقدمین اُور سلفِ صالحین کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

روپیہ کی قدر

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:۔ آپ کا توکّل محض اللہ پر تھا، اگرچہ آخر زمانہ میں جناب نواب صدّیق حسن خاں صاحب مرحوم مغفور نے سو روپیہ مہینہ بھی ریاست سے کرا دیا تھا، مگر کبھی آپ نے اُس سے اپنا کام نہیں چلایا، بلکہ ایک مرتبہ نواب صاحب مرحوم مغفور نے کہلا بھیجا کہ سو روپیہ مہینہ آپ کے پاس ریاست سے جاتا ہے، آپ کو ملتا ہے یا نہیں؟ آپ نے نہایت بے توجہی سے فرمایا، کہ:۔ میں نہیں جانتا کہ کیسا سو روپیہ آتا ہے، مجھے تو کبھی ملا نہیں۔ اُور حقیقت اُس کی یہ تھی کہ چونکہ آپ کے نزدیک روپیہ کی قدر ٹھیکری کے برابر بھی نہ تھی، لہٰذا اس کی طرف التفات نہ تھا، اس لئے لڑکے گھر کے منی آرڈر لے کر اپنے مصرف میں لاتے تھے۔[1]

روزمرّہ کے خرچ کا قاعدہ

روزمرّہ کے خرچ کا یہ قاعدہ تھا کہ بنیا مقرر تھا، آپ کو اُدھار دیا کرتا تھا، جب آپ کو فتوحات آتے تھے، تب اُس کا ادا کر دیا جاتا تھا، اُس کے لئے کوئی بہی کھاتا نہ تھا، دس پانچ جنے دو کاندار مقرر تھے، حتّٰی کہ نقد روپیہ بھی

---

[1] نفحل رحمانی ص۵۵ و ۵۶

Marfat.com

وہی قرض دیتے تھے، مگر بغیر سود کے آپ کو قرض دیتے تھے، آپ کو روپیہ قرض لینے کی اُس وقت ضرورت ہوتی تھی، کہ عرب یا پنجابی یا ولایتی یا اسی ہندوستان کے آدمی آتے تھے اور خرچ اُن کے پاس نہیں ہوتا تھا تو حضور دس پانچ روپئے دے کر رخصت کرتے تھے، ہزار ہا روپیہ ماہوار کا خرچ تھا، بعض مہینہ کچھ زائد بھی ہوتا تھا، ارباب ملاّداں کا خرچ اور بڑی صاحبزادی صاحبہ کا خرچ بھی یہیں سے تھا، قرض لے کر بنیے سے کام کرنے میں حضرت قبلہؒ کی یہ مصلحت تھی کہ اگر مال مشکوک بھی مسلمان میرے پاس بھیجیں گے تو بنیے کافر سے تبادلہ ہو جاوے گا، تب موافق اس قول کے پاک ہو گیا یعنی تبدل ید سے تبدل ملک کا ہو گیا، آپ نے یہ روش دہلی کی خانقاہوں سے سیکھی تھی، حضرت قبلہؒ ایک گھنٹہ بھی روپیہ نہیں رکھتے تھے، جب کسی نے نذر کیا، فوراً بنیے کو بلا کر دیدیتے تھے، آپ کے ذاتی مال میں سے لوٹا، ایک دو گھڑے، ایک چارپائی، دو جوڑے کپڑے، اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔[1]

فقیر کی دولت ایک مرتبہ الہ آباد سے ہائی کورٹ کا افسر اس تحقیق کے لئے آیا تھا کہ آپ کے پاس مجمع ہر ملک کے لوگوں کا اس قدر کیوں رہتا ہے کیونکہ اسی زمانہ میں حیدرآباد سے نواب خورشید جاہ حضرتؒ کے پاس آئے تھے، آپ نے فرمایا کہ توبہ کے لئے لوگ آتے ہیں، ہم اُن کے گواہ ہو جاتے ہیں، تم بھی شرک سے توبہ کرو، ہم گواہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ انگریز بہت خوش ہوا، اور کہا، کہ:۔ آپ کے خرچ خانقاہ کے لئے اگر فرمائیے، تو ملکہ کے پاس لکھوں؟ آپ نے فرمایا، کہ:۔ کیا ضرورت ہے ہمارے پاس خدا کے فضل سے دو جوڑے کپڑے اور دو لوٹے مٹی کے، اور دو گھڑے موجود ہیں، مجھے کیا ضرورت ہے۔ وہ انگریز رخصت ہو گیا۔[2]

---

[1] فضل رحمانی ص ۵۷-۵۸ [2] ایضاً ص ۵۲

اسی طرح ایک بار کوئی حاکم آیا ہوا تھا، اُس نے حضرتؒ کی اخلاقی تقریر سے خوش ہو کر کہا، کہ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی خانقاہ کے لئے گورنمنٹ سے کچھ مقرر کرا دیں۔ آپ نے فرمایا، کہ:۔ میں تمھاری گورنمنٹ کا روپیہ لے کر کیا کروں گا، خدا کے فضل سے ایک رسّی کی بنی ہوئی چارپائی، اور دو لوٹے مٹی کے، اور دو گھڑے مٹی کے موجود ہیں، اور بعض مرید ہمارے باجرہ لے آتے ہیں، اس کی روٹی ہو جاتی ہے، بی بی صاحبہ کچھ ساگ یا دال پکا دیتی ہیں اُس سے لگا کر کھا لیتے ہیں[1]۔

حاتم دگراں وگدائے خویشتن

مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھنوی نے فرمایا کہ جب آپ لکھنؤ میں تشریف لائے تو مطبع مصطفائی میں ٹھہرے، ہم بھی حدیث پڑھنے کو جاتے تھے، آپ کے مکان سے بنجارہ آیا، ہم نے خبر دی کہ حضرت وطن سے آدمی آیا ہے اُس سے خیریت دریافت کی جائے، آپ نے فرمایا، کہ:۔ ہاں! بلاؤ کہاں ہے۔ وہ حاضر کیا گیا، آپ نے اُس سے پوچھا، کہ:۔ کہو وطن میں کوئی مرا تو نہیں۔ اُس نے کہا کہ نہیں صاحب کوئی مرا نہیں ہے، پھر وہ جب جانے لگا تو اُس نے میر صائب علی صاحب سے کہا کہ گھر میں خرچ مانگا تھا، میر صائب علی صاحب نے کہا کہ:۔ حضرت! عورتوں نے کچھ خرچ مانگا ہے، آپ نے فرمایا کہ:۔ خدا کی پناہ! سولہ سیر باجرہ اور سولہ سیر جوار ہم دے کر آئے، یہ سب کھا گئیں، غضب خدا کا، جنگ تبوک میں صحابہؓ کو ایک خرما روز دیا جاتا تھا، اُسی پر قناعت کرتے تھے۔ المختصر اپنے گھر والوں کو کچھ نہیں دیا، باوجودیکہ شرف الدولہ نے کئی ہزار روپیہ آپ کو دیا تھا، وہ روز تقسیم ہوتے تھے، اُس میں سے ڈیڑھ سو بچ بھی گیا تھا، مگر اُس کو بھی لینے دینے کے لئے رکھا تھا کہ کوئی مستحق آ جاوے گا تب کام آوے گا، پہلے روز جو روپیہ آیا، تو آپ نے عبدالرحمٰن خاں صاحب سے

---

[1] کمالات رحمانی ص۸۔

Marfat.com

پوچھا، کہ :۔ بخاری شریف تمہارے پاس کے جلد ہے؟۔ انھوں نے کہا: بیس جلد۔ فرمایا:۔ قیمت کیا ہے؟ کہا، تیس روپیہ۔ آپ نے فرمایا، کہ :۔ ہم نے لے لیا۔ پھر پوچھا، کہ :۔ مسلم شریف وغیرہ کس قدر ہے؟ غرض جتنی کتابیں حدیث فقہ کی تھیں سب خرید لیں، اور پھر تقسیم کرتے تھے، آخر بنجارہ کو میر صائب علی صاحب نے اپنے پاس سے تین روپیہ نکال کر دیئے، اور اس کو رخصت کیا۔[1]

کیمیا اور دستِ غیب سے بیزاری

مولوی حکیم انوار الحق صاحب نے بیان کیا، کہ ایک روز حضرت قبلہ سے عرض کیا گیا، کہ :۔ فلاں فلاں بزرگ کو شوقِ کیمیا ہے، دعا فرمائیے کہ اُن کو حاصل ہو جائے؟۔ آپ نے فرمایا:۔ اللہ کرے اُن کو نہ آئے اور بھائی جس دل میں شوقِ کیمیا ہے نسبتِ الٰہی ہرگز قرار پذیر نہیں ہو سکتی ہے۔ بعد اس کے مولوی صاحب موصوف سے راوی نے دستِ غیب کے باب میں دریافت کیا، کہ :۔ اُس کے باب میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ یہ اُس سے بھی بدتر ہے، کیونکہ کسی نبی، فقیر، درویش کامل نے ایسے امور کی تمنا نہیں کی۔ ؎

صد تمنا در دلت اے بو الفضول — کے بود نورِ خدا در دل نزول

بند بگسل باش آزاد اے پسر — چند خواہی بند سیم و بند زر[2]

لاکھ روپیہ پر خاک

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ مولوی محب اللہ خاں صاحب دام مجدہم نے بیان فرمایا، کہ :۔ ہم سے نواب کلب علی خاں والی ریاست رامپور بے تکلفی رکھتے تھے، اور بہت محبت کرتے تھے، ایک دن نواب صاحب نے ہم سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہم کو بہت تمنا ہے کہ مولانا مولوی فضل رحمٰن محدث اِس رامپور میں ہمارے یہاں تشریف لا دیں، تو خوب ہو، کیونکہ سب اہلِ علم ہر فن کے مجتمع ہیں، مگر وہی ایک صاحب یہاں نہیں ہیں کہ جو شاہ عبدالعزیز

---

[1] فضل رحمانی (جلد دوم) ص ۴۴ و ۴۵ [2] ایضاً ص ۴۹ و ۵۰

Marfat.com

صاحبؒ کے صحبت یافتہ ہیں، اس پر مولوی صاحب موصوف نے نواب صاحب موصوف سے کہا، کہ اگر اُن کو ہم لادیں تو کیا آپ اُن کے لئے نذر کریں گے ؟۔ نواب صاحب نے کہا، کہ :- لاکھ روپیہ مولوی صاحبؒ کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ چنانچہ مولوی محب اللہ خاں صاحب کہتے تھے کہ ہم مراد آباد پہونچے، اور مولانا سے ملے، سب قسم کی باتیں توحید وغیرہ کی ہونے لگیں، پھر ہم نے عرض کیا، کہ :- رامپور تشریف لے چلئے، نواب کلب علی خاں آپ کے بہت مشتاق ہیں، اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے، آپ جس طرح سے بات کر رہے تھے اُسی طرح کرتے رہے، اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا، اور فرمایا، کہ :-

میاں! لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو، اور بات سنو۔ ؎

جو ہم دل پہ اُس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

اور پھر وہی سب عشق وغیرہ کی کہانی کرتے رہے۔[1]

اہل حکومت و وجاہت کی بے وقعتی

جس اللہ کے بندے پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی منکشف ہو جاتی ہے، اور اہلِ دنیا اور ان کے مال و دولت سے وہ اپنی اُمید منقطع کر لیتا ہے، اور بے طمع ہو جاتا ہے، اس کی نگاہ میں اہلِ حکومت اور اہلِ ثروت کی عظمت اور اس کے دل پر ان کا رعب نہیں رہتا، اور بعض اوقات بڑے بڑے اہلِ جاہ اور ارباب حکومت اس کو مور و مگس کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

ابتدائے عہد انگریزی میں حاکم ضلع (کلکٹر) کی بھی جو حیثیت اور رعب و داب تھا، اس کو ابھی لوگ بھولے نہ ہوں گے، گورنر اور لفٹنٹ گورنر کی تو شان ہی اور تھی، لیکن اہلِ حقیقت اور اہلِ بصیرت کے

---

[1] فضل رحمانی (جلد ثانی) صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸

Marfat.com

یہاں ان خارجی واضافی چیزوں (عہدوں اور حیثیتوں) کی کوئی اہمیت نہ تھی، اور وہ ان سے معمولی انسان کا سا سلوک کرتے تھے، مولاناؒ کی خدمت میں دو مرتبہ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کا لفٹننٹ گورنر حاضر ہوا، اور مولاناؒ اُس سے بے تکلفانہ بلکہ درویشانہ ملے، ایک حاضری کا حال مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں :۔

"ایک دفعہ لفٹننٹ گورنر نے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے ملنے کی اجازت چاہی، آپ نے لوگوں سے فرمایا، کہ :۔ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں، ان کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا، اچھا ایک کرسی منگا لینا، لفٹننٹ گورنر کی طرف سے تاریخ اور وقت بھی مقرر ہوگیا، اور آپ لوگوں سے یہ کہہ کر بھول بھی گئے، یہاں تک کہ لفٹننٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے، سب کھڑے تھے، ایک میم بھی کھڑی تھی، مولاناؒ نے ایک اُلٹے گھڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، کہ :۔ بی تو اس پر بیٹھ جا۔[1] لفٹننٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا، آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ بھائی! دیکھو میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو ان کو دیدو، اس میں کچھ چوڑا مٹھائی کا نکلا، بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کردیا، سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا، اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اجازت چاہی، اور رخصت ہوگئے، چلتے وقت نصیحت کی درخواست کی فرمایا، کہ :۔ ظلم مت کرنا"[2]

---

[1] انفاس رحمانی میں ہے کہ آپ نے ایک پیڑھی کی طرف اشارہ کیا، جو پاس پڑی ہوئی تھی۔

[2] ارواح ثلثہ ص ۲۴۷-۲۴۶۔

فیض و تاثیر

باوجود اس سادگی و بے تکلفی کے جو مولانا کی زندگی میں نمایاں تھی، آپ کی صحبت میں اتنی کیفیت آپ کی نسبت باطنی میں قوت اور کلام میں ایسی دل آویزی تھی، کہ بجلی کی طرح اثر کرتا تھا، اور حسب استعداد مدت تک اس کا اثر رہتا تھا۔ یہاں اس فیض و تاثیر کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:-

گریۂ محبت مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:- ایک مرتبہ فقیر رخصت ہونے کو حجرہ میں گیا، تو میری زبان سے یہ شعر نکل آیا۔ ؎

نہ ہو دیدار میسر تو نہ ہو — در جاناں کی زیارت ہی سہی
نہ ہو قسمت میں مے ساغر سے — تیرے میخانہ کی خدمت ہی سہی

آپ اس وقت اذکار و اشغال میں مشغول تھے، آپ نے سر اٹھایا، کچھ آیت پڑھ کر سینہ پر دم کر دیا اور یہ شعر فرمایا:- ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست — تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

اور فرمایا، کہ اب جاؤ، مجھ کو دو کوس تک غلبۂ محبت الٰہی میں گریہ تھمتا نہیں تھا، اور بیخودی از حد طاری تھی۔[1]

کلام کی تاثیر حضرت قبلہؒ کے یہاں ظاہری شغل میں جس سے فیض مریدوں کو دیتے تھے، یہ کتابیں تھیں:- اول قرآن، بعدہٗ حدیث، بعد اس کے اشعار بزرگان مثل مثنوی وغیرہ پھر یہ احاطۂ تقریر میں نہیں آسکتا ہے، کہ جب آپ نے کوئی مضمون فرمایا گو معمولی بات ہو مثلاً

---

[1] فضل رحمانی ص ۱۲ و ۱۳۔

Marfat.com

بیع شرا سے متعلق عبارات فقہیہ، ہر چیز کے انوار طالب پر جو سامنے ہوتا طاری ہوتے تھے، چونکہ وہ نسبت برقی کے طور پر ہوتے تھے طالب ناقص میں نہیں ٹھہرتے تھے، مگر عقول بالغہ کو ہر کلام کے انوار جو مراقبۂ مقامات سے حاصل ہوتے تھے ان کو اسی سے حاصل تھے[۱]

اسمائے حسنیٰ کا بیان

مولوی محمد احسن و مولوی محمد حنیف صاحب بہاری نے فرمایا، کہ:- ایک بار ہم لوگ مراد آباد حاضر ہوئے، اُس وقت بڑا مجمع اہل علم کا آپ کے پاس تھا، تقریر علمی مختلف طور پر ہو رہی تھی، اُس میں سے اسمائے باری تعالیٰ کو آپ بڑے جوش و خروش سے بیان فرما رہے تھے، جس سے سامعین پر بڑی ہیبت چھا رہی تھی اور ہر شخص کو ایسا لطف آ رہا تھا کہ گویا آج ہی ہم مسلمان ہوئے ہیں[۲]

غیر مسلموں کا قبولِ اسلام

محمد خاں صاحب آپ کے ایک خادم کہتے تھے، کہ:- جب حضرتؒ بنارس تشریف لے گئے تو وہاں باوجودیکہ آپ پوشیدہ اُس شہر میں داخل ہوئے، اور ایک مکان میں ٹھہر گئے، مگر وہاں ہنود کی بڑی کثرت ہوئی، ہر چند کہ منع کئے گئے مگر بعضوں نے نہ مانا، اور مسلمان ہو گئے[۳]

دُولار کا تھپڑ

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں:- ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ کے پاس مرشد آباد کے ایک نواب کہ حضرت سے شاید بیعت کی تھی، اور بعد عرصہ کے بصورت نصرانی یعنی ٹوپ انگریزی اور داڑھی گھٹائے مراد آباد حاضر ہوئے، حضرتؒ کے پاس جو گئے، تو آپ نے اخلاق سے بٹھایا، باتیں کیں، پھر آپ نے بطور دُولار کے ایک تھپڑ اُن کے رخسارہ پر مار کر یہ فرمایا کہ، قیامت کے روز اس طرح سے طمانچہ لگے گا، اس مارنے کی یہ تاثیر ہوئی کہ تمام دن اُن کو روتے ہوئے

---

[۱] فضا، حالات ص ۹۷ - [۲] ایضاً ص ۶۵ - [۳] ایضاً ص ۱۲۱ -

Marfat.com

گذرا، اور یہ کانپور کے جج ہو کر آئے تھے، غالباً اڑھائی ہزار تنخواہ ہوگی، استعفا دینے کو تیار ہوئے، مگر صاحبزادہ نے فہمائش کر کے روکا۔[1]

لسانی توجہ آرہ کے ایک اسکول کے ماسٹر صاحب آپ کی خدمت میں بہ عزم بیعت پہونچے مگر وہ پریشان تھے کہ کہیں انگریزی پڑھانے کا سوال نہ ہو جائے، آخر آپ نے پوچھا کہ میاں! کیا کرتے ہو؟۔ انھوں نے مجبور ہو کر کہا، کہ انگریزی پڑھاتا ہوں، ماسٹر صاحب کے ہوش جاتے رہے کہ دیکھئے کیا فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا، کہ:۔ انگریزی پڑھاتے ہو تو بیجا کیا ہے، ہاں فرنگیوں نے جمنا کا کیا حال لکھا ہے، کیونکہ سنا ہے کہ جمنا اور دریا کا پانی ملتا ہوا چلتا ہے، اُس کا پانی نیلا ہے، اور دریا کا پانی سفید ہے، اس قدرتِ الٰہی کو بیان کرو۔ ماسٹر صاحب نے پھر اچھی طرح بیان کیا، اور دریا وغیرہ کا حال بیان کیا، قرآن شریف میں ہے:۔ مَرَجَ البحرین یلتقیان بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا یبغیان، ماسٹر صاحب سے بات ہوتے ہوتے فیض آنا شروع ہوا، اسی کو لسانی توجہ کہتے ہیں، ماسٹر صاحب پر بہت کیفیت و بیخودی طاری ہوئی، بعد اس کے بیعت خاص کی اور تمام تعلیمات مراقبہ وغیرہ اُن کو کی، پھر وطن میں آکر یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔[2]

ایک شعر باعثِ توبہ و اصلاح مولوی تجمل حسین صاحب ہی راوی ہیں، کہ:۔ ایک شیعہ صاحب شہر پورنیہ کے رئیس حکیم صاحب کر کے مشہور تھے، حضرت قبلہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ وہاں کے بعض خوانین نے شور مچایا کہ ایک رافضی مسجد میں گھسا آتا ہے حضرت قبلہؒ نے اُن کو کہا کہ تم ہمارے حجرہ میں ٹھہرو، اور فرمایا، کہ:۔ یہ حضرت مرتضیٰ علیؓ کے مہمان ہیں، بہت گفتگو کے بعد ان شیعہ صاحب نے فرمایا، کہ آپ سے اعتقاد تو ہوا، مگر ہم مرید نہیں ہوں گے،

---

[1] فضل رحمانی (جلد ثانی) صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ [2] کمالات رحمانی صفحہ ۱۳ و ۱۴

Marfat.com

اور مذہب اپنا نہیں چھوڑیں گے، آپ نے فرمایا کہ:۔ مذہب چھوڑنے کا کیا کام ہے، حضرت مرتضیٰ علیؓ سے محبت رکھو، اور بی بی فاطمہؓ اور امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھو، مگر ایک شعر پر عمل رکھو، اور وہ شعر یہ ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

جب وہ اپنے وطن گئے، تو شب و روز پھرتے چلتے یہی شعر پڑھتے تھے، اور کوئی دوسرا شغل نہ تھا مگر اثر صحبت کا اور رنگ اسلام کا آگیا تھا[1]۔

اب سنئے کہ وہ تو شب و روز وہ اشعار زبان پر تھے، کہ:۔ نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر الی آخرہ، مجلس محرم، یا کسی اور مجلس کے دن آگئے، کہ ایک گروہ امامیوں کا پہونچا اور کہا کہ بغیر آپ کے مجلس سونی ہے، تشریف لے چلئے، اور کہا کہ آج دن تبرا کا ہے، بس یہ کہنا تھا کہ وہ بگڑے، اور یہ شعر پڑھا، اور حکم دیا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑو اور مارو، کہ کہاں ہم، کہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر، اور کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور کہاں حضرت عثمان غنیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد، ان کو گالیاں دینا شروع کیا، اور کہا کہ جاؤ آج کے روز سے ہم سنت والجماعت کے مذہب میں داخل ہو گئے، چنانچہ ہم سیر کرتے ہوئے ان کے مکان پر پہونچے، معلوم ہوا کہ ابھی ایک سال ہوا انتقال ہو گیا ہے[2]۔

ایک شعر کا اثر

مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری لکھتے ہیں، کہ:۔ لکھنؤ میں مولوی عبدالاحد صاحب الہ آبادی، مولوی عبدالحی صاحبؒ کے شاگردوں میں بہت جید الاستعداد ایک عالم تھے، میں بھی ان سے ملا حسن پڑھتا تھا، انھوں نے ایک دن اولیاء اللہ کے تذکرہ میں کہا کہ

---

[1] ص ۱۵ و ۱۶ [2] ایضاً ص ۱۶ و ۱۷

Marfat.com

مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کچھ دن ہوئے یہاں آئے ہوئے تھے، مولوی علی حیدر خاں صاحب اُن سے مرید ہوئے، اُن کے سر میں بہت دنوں سے درد تھا، جو کسی صورت سے جاتا نہ تھا، بیعت کے بعد حضرتؒ کی زبانِ مبارک سے انھوں نے یہ شعر سنا:۔ ؎

بادِ نسیم آج یہ کیوں مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کُھلی زلفِ یار ہے

یہ شعر سننے کے بعد اور بیعت کی برکت سے درد زائل ہوگیا، اور مولوی صاحب آٹھ دن تک بیعت کے بعد گریہ وزاری میں مصروف رہے[۱]

بیسواؤں کی توبہ حضرت نے فرمایا، کہ:۔ میں ایک قصبہ میں جاتا تھا، کسبیوں کے سامنے سے گزرا سب نے کھڑے ہو کر سلام کیا، میں نے جھڑک دیا، خدا کی شان تھوڑی دُور گیا تھا کہ وہ سب آکر میری مرید ہوگئیں، اُس کے بعد سب نے نکاح بھی کر لئے[۲]

صحبت و توجہ کی تاثیر مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اپنے سفر کے حالات کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔ ۱۳۰۳ھ میں لکھنؤ آیا، اُس زمانہ میں مجھے شغل درد کی ایک عجیب لذت تھی، جمالِ مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دم میری آنکھوں کے سامنے رہتا تھا، وہ بات لکھنؤ میں زائل ہوگئی، مجھے سخت انقباض ہوا، بالآخر مولوی فتح محمد صاحب تائب اور دیگر احباب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا، مراد آباد پہونچا، اور حضرت کی مسجد میں قدم رکھا، وہ انقباض انبساط سے بدل گیا، پہلے مجھے کھانا کھلایا گیا، اُس کے بعد میری حاضری کی خبر حضرتؒ کو کی گئی، حضرتؒ نے

---

[۱] افاداتِ سلیمانی مندرجۂ مجموعۂ رسائلِ تصوف ص۲۶۔

[۲] اسرارِ محبت " " " ص۵۱۔

فی الفور بُلا بھیجا، میں حاضر ہو کر ادب سے بیٹھنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا، کہ بخاری لاکر انھیں دو، میں نے پڑھنا شروع کیا، اس وقت کی کیفیت کو عرض نہیں کر سکتا ہوں، ما دانیم و دل، مختصر اُس کا یہ ہے کہ مجھے اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں، اور میں خاص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں اُس وقت حضوری کی ایک ایسی لذت تھی، کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہیں ہوتا تھا، اور حضرت کبھی کبھی مسکراتے تھے، اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے، کبھی کوئی اشعار پڑھتے تھے، کبھی کوئی ہندی گیت ارشاد فرماتے تھے، پھر حضرتؒ نے فرمایا، کہ:- صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ترجمہ کرو، میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا:- نہیں! حضرت محبوب ہیں، زبانِ عشق سے کہو، پھر آپ نے خود فرمایا کہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی پیار کرے ان کو اللہ، اور سلامت رکھے، اس جملہ سے مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، اور میں نے نعرہ کیا، حضرتؒ نے فرمایا، کہ مولوی ہو کر اتنا چلاتے ہو، ڈیڑھ ورق میں نے بخاری شریف پڑھی تھی، اُس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس کرو، پھر آپ نے فرمایا کہ میری طرف متوجہ ہو جاؤ، میں متوجہ ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا، کہو کیسا رنگ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کچھ درک نہیں ہوا، آپنے فرمایا:- پھر متوجہ ہو جاؤ۔ اِس بار بھی مجھے رنگ نہ آیا، پھر آپنے فرمایا کہ مجھے سلطان جی (حضرت نظام الدین اولیاؒ) سے عشق ہے، یہ کہہ کر آپ متوجہ ہو گئے اُس وقت مجھے ایسا درک ہوا کہ اک آگ کا شعلہ حضرتؒ کے قلب سے نکل کر میرے قلب میں سما گیا، اور میرے ہر رگ و ریشہ میں اُس کی حرقت محسوس ہونے لگی، اور بیتاب ہو کر میں نے ہائے کا نعرہ لگایا، اور تخت سے نیچے گر پڑا، حضرتؒ اپنی چارپائی سے اُٹھے، اور میرا شانہ پکڑ کر اُٹھایا، اور فرمایا:- اتنا کیوں چلاتے ہو[1]

---

[1] افادات سلیمانی ص ۲۶۹ x ۲۷۰ -

Marfat.com

کمالِ علمی

باطنی مشغولیت، استغراق اور توجہ الی اللہ کے باوجود مولانا کا علمی ذوق اور استحضار قائم تھا، حدیث وفقہ پر گہری نظر تھی، بعض مرتبہ ایسی غلطیوں پر تنبیہ فرماتے اور ایسی جزئیات بیان کرتے کہ اکابر اہل علم و درس کو تعجب ہوتا۔ چند واقعات درج کئے جاتے ہیں :۔

نماز قصر کا ایک مسئلہ

مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں :۔ آپ نے عند الملاقات مولانا عبدالحی صاحب سے پوچھا :۔ بھلا تم تو بڑے فقیہ ہو، ہدایہ کا حاشیہ تم نے خوب لکھا، یہ تو بتاؤ کہ تم نے راستہ میں نماز مسافرت کی موافق مذہب حنفیہ کے کیوں نہیں پڑھی، یعنی قصر کیوں نہیں کیا؟ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم آٹھ نو آدمیوں کے سامنے اس حکایت کو لکھنؤ میں بیان کیا تھا، اس میں کئی رئیس مونگیر مثل شاہ احمد سعید، اور شاہ محمد وغیرہ بھی تھے، مولانا عبدالحی صاحب فرماتے تھے کہ یہ سب کشف فقط سنت پر عمل کرنے سے حاصل تھا، المختصر مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نور اللہ مرقدہ کو اس مسئلہ کا یہ جواب دیا کہ میں لکھنؤ سے سندیلہ کی نیت سے چلا تھا، وہاں آکر عزم ہوا کہ آپ کی زیارت حاصل کریں، یہ دو سفر ہو گئے، تین منزل نہیں ہوئے، آپ نے اس پر ارشاد فرمایا، کہ :۔ بھائی! تم بڑے محقق ہو، مگر تحقیق مسئلہ یوں ہی ہے کہ فقہاء نے اسی کو ترجیح دی ہے، کہ جب دو سفر کو جمع کیا جائے اُس پر حکم تین منزل کا ہوگا، اُن دونوں سفروں کو سفر واحد سمجھا جاوے گا۔ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ واقعی میں نے جو کتابوں کو دیکھا تو ترجیح اسی مسئلہ کو تھی[1]۔

---

[1] فضل رحمانی ص ۱۰۵ تا ۱۰۶ اس روایت میں غالباً کچھ سہو ہو گیا ہے صحیح واقعہ وہ معلوم ہوتا ہے جو مولانا عبداللطیف صاحب رحمانی نے اپنے مکتوب میں درج کیا ہے ملاحظہ ہو ضمون؟

Marfat.com

کتابوں کے اغلاط کی تصحیح

جناب مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف چھاپ کر بہت عمدہ خوشخط ایک جلد آپ کے لئے تحفہ لائے، چونکہ آپ کی عادت شریف تھی کہ جو کتاب مطبع سے لوگ نذر لاتے تھے اُس کے آپ چند ورق اِدھر اُدھر کے اُلٹ کر غلطی بتادیتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پہلے دیکھ رکھا ہو غرض اس بخاری شریف میں کئی جگہ ورق بے اندازاُلٹ دیئے، اور فرمایا کہ یہ غلطی ہے اور وہ غلطی ہے، استاذی حضرت مولانا احمد علی صاحب بہت متعجب ہوئے کہ میں آٹھ برس سے اس کتاب کو درست کر رہا ہوں، غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں، آخر پھر غور کر کے کئی ورق کا غلط نامہ بخاری شریف میں چھاپ کر لگایا گیا۔[1]

احادیث پر عبور

اسی طرح مولانا سعادت حسین صاحب مدرس کلکتہ (مولوی ابراہیم صاحب وغیرہ کے استاد) جب مراد آباد تشریف لے گئے، اُن کے ساتھ مولوی اکرم صاحب محدث بھی ہمراہ تھے، تو حضرت قبلہؒ اُس وقت چادر اوڑھ رہے تھے، آپ نے پوچھا کہ حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھتے وقت کون دعا پڑھتے تھے؟۔ کئی علماء تھے، مگر کسی کو یاد نہیں تھا، ان عالموں نے کہا کہ اس وقت یاد نہیں۔ آپ نے فرمایا، کہ:۔ مجھے ساٹھ برس ہوئے، کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی تھی، بعد اس کے آپ نے ڈیڑھ ورق کے قریب کی حدیث مع راویوں کے سلسلہ وار بیان کر کے دعا چادر اوڑھنے کی پڑھی، سب لوگ حیران ہوئے، مولوی سعادت حسین صاحب نے اپنے مجمع میں بیان کیا کہ اس قدر ادعیہ اور معمولات حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو یاد نہیں ہیں، بیشک مولانا فضل رحمٰن صاحب قبلہ کو بہت حفظ ہے۔ فقط محبت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات حاصل ہے۔[2]

---

[1] فضل رحمانی ص ۴۱

[2] ایضاً ص ۴۲-۴۳

Marfat.com

اختلافِ قراءات پر نظر بعض اہلِ علم سے قراءِ سبعہ کے اختلافِ قراءۃ لفظی کو پوچھتے تھے، بعض وقت مجھ سے بھی سوال فرماتے تھے کہ اس لفظ کو قرآن کے کس کس طرح پڑھا آیا ہے، مثلاً: "مالك یوم الدین" یا "ملك یوم الدین" غرضکہ علم قرآن، اختلافِ قراءۃ، اور ترجمۂ لفظ زبانِ ہندی وغیرہ سلیس اُردو میں اور عجائب عجائب نکتہ قرآن شریف کا بیان آپ پر ختم تھا۔[1]

تفسیر و نکات قرآن مولوی فخرالدین صاحب سے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی مصنف "تفسیرِ حقانی"، جب مرید ہونے گئے، تو آپ نے پوچھا کہاں سے آتے ہو، اور کیا کام کرتے ہو؟ کہا کہ میں تفسیر لکھتا ہوں، آپ خوش ہوئے، اور حسب عادت آپ نے پوچھا، کہ: "ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا ۔ انفسنا" میں کون سا وقف ہے؟ کیونکہ اگر وقف نہ ہو تو واو متصلہ ہو جاوے گا؟ پھر خود ہی فرمایا، کہ:- اس میں واو توقیفی ہے، پھر ترجمہ قرآن شریف ہونے لگا، بعض طلبہ پڑھنے لگے، حد کا بیان آ گیا، مولوی عبدالحق صاحب نے عرض کیا کہ ہر جگہ شہادت میں دو گواہ ہیں، اور زنا میں چار گواہ کیوں ہیں؟ ارشاد ہوا، کہ:- زنا میں دو دو ہیں زانی اور زانیہ اس لئے چار گواہ ہیں۔ اس پر جناب مولوی عبدالحق صاحب بہت خوش ہوئے۔[2]

---

[1] فضل رحمانی ص[illegible] ۔

[2] ، ، جلد دوم ص[illegible] ۔

قرآن و حدیث کے الفاظ کے ہندی ترجمے

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا بلند اُور پاکیزہ اُدبی ذوق عطا فرمایا تھا، اس کا کچھ اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو آپ کبھی کیفیت اور ذوق میں آکر پڑھتے تھے، اُور جن میں سے بہت سے اوپر گزر گئے ہیں، یہاں کچھ مثالیں آپ کے اُردو اُور ہندی ترجمہ کی پیش کی جاتی ہیں جن سے عربی اُور ہندی دونوں زبانوں کے صحیح ذوق اُور ایک زبان کے مفہوم اُور محاورہ کو دوسری زبان میں اُدا کرنے کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے، اس کا ذوق وہی لوگ لے سکتے ہیں، جو دونوں زبانوں کے اُدا شناس اُور لذت آشنا ہوں۔

ایک حدیث کا ترجمہ ایک مرتبہ جناب مولانا لطف اللہ صاحب کانپور میں ملاقات کو حضرت مولانا صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے پاس تشریف لائے، آپ عبدالرحمٰن خاں کے مطبع میں ٹھہرے ہوئے تھے، مسلم شریف دیکھ رہے تھے، ایک حدیث پڑھی، کہ: "یَضْرِبُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا" ترجمہ اس کا فرمایا، کہ: "مارے مارے پھرتے تھے پورب پچھم"[1]

نسبت کا ترجمہ ہم نے معنی نسبت کے پوچھے، ارشاد ہوا:-
"نسبت کے معنی لگاؤ ہیں"[2]

درود کا ترجمہ درود کا ترجمہ فرمایا:-
"اللہ صاحب کا دولار اُور پیار محمد صاحب پر"[3]

تجلّی کا ترجمہ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ کا ترجمہ فرمایا: "جب ان کا نور اجیالا ہوا"[4] ایک مرتبہ "تجلّی" کا ترجمہ کیا: "کچھ دیکھا کچھ نہیں دیکھا"

۱؎ فضل رحمانی ص ۱۳۶۔ ۲؎ ایضاً ص ۱۳۷۔ ۳؎ ایضاً ص ۱۳۵۔ ۴؎ ایضاً ص ۱۳۔

Marfat.com

بدیع کا ترجمہ حکیم صاحب (عظمت حسین صاحب) نے کہا، کہ مولانا عبدالحی صاحب تشریف لائے تھے، کہ آپ نے اُن کے سامنے اس آیت کا ترجمہ فرمایا: "بدیع السمٰوات والارض" انوکھے بنانے والے زمین و آسمان کے۔ مولانا موصوف بہت خوش ہوئے[۱]

نفی اثبات کا ترجمہ نواب نورالحسن خاں مرحوم لکھتے ہیں، کہ آپ نے "نفی اثبات" کا ترجمہ "توڑ جوڑ" فرمایا[۲]

زینۃ الحیٰوۃ نواب صاحب لکھتے ہیں:- ایک صاحب نے حضرتؒ سے یہ ترجمہ نقل فرمایا:- "المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا۔ دھن اور پوت سنگار ہے جیتے جی کا"[۳]

ترجمۂ قرآن کے کچھ نمونے مولانا نے اپنے زمانہ کی بے تکلف ہندی بھاشا میں قرآن مجید کی کچھ سورتوں اور حصّوں کا ترجمہ فرمایا تھا، جو ایک بار گلشن ابراہیمی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا، اور اب نایاب ہے، یہ ترجمہ مولانا کی قرآن فہمی، ادبی ذوق، اور لطافتِ طبع کا نمونہ ہے، یہاں اس کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں:-

وسع کرسیہ السمٰوات والارض	اسکی راج چوکی میں سمائے اکاس اور دھرتی سمائے ہیں۔
ولا یؤدہ حفظھما	اور ان کی چوکسی اس کو تھکاتی نہیں۔
لا تحملنا مالا طاقۃ لنابہ	نہ رکھ ہم پر وہ کہ جس کا ہم کو بوتا نہیں۔
وآتیناہ الحکم صبیًّا	اور ہم نے اس کو بچپن میں سوجھ بوجھ دی۔
وبرًّا بوالدیہ	اور اپنی ماتا پتا کا سپوت پوت تھا۔

---

[۱] فضل رحمانی (حصہ ثانی) ص۳۰۔ [۲] گنجینۂ افقر مجموعہ رسائل تصوف ص۲۰۔

[۳] وادیٔ الغفت، از نواب نورالحسن خاں مرحوم، شامل مجموعۂ رسائل تصوف ص۱۸۱۔

Marfat.com

وکنت نسیا منسیا	اور بھولی بسری ہو جاتی ۔
والسلام علی یوم ولدت	اور مجھ پر جس دن جنم لیا سکھ چین ہے ۔
فاختلف الاحزاب من بینھم	پیچھے کر لوگوں کے جتھے آپس میں اینچا کھینچی میں پڑے ۔
قال سلام علیک	(ابراہیم نے کہا) اچھا پتا جی تو سکھی رہ ۔
لا یسمعون فیھا لغوا	وہاں وہ بک بک جھک جھک نہیں سنیں گے ۔
اطلع الغیب	کیا اس نے ان دیکھا جھانک لیا ہے ۔
لا یملکون الشفاعۃ	کوئی کسی کے لئے کہنے سننے کی سکت نہیں رکھے گا ۔
ھل تحس منھم من احد او تسمع لھم رکزا	کیا تو ان میں سے کسی کی آہٹ پاتا یا ان کی بھنک سنتا ہے ۔
یسئلہ من فی السموات والارض	سارا سنسار اسی کے دوارے کا بھکاری ہے ۔
اذ ذھب مغاضبا	جب وہ جھنجھلا کر چلے ۔
ذلک یوم التغابن	یہی ہار جیت کا دن ہے ۔
الذی بیدہ الملک	جس کے ہاتھ میں راج پاٹ ہے ۔
فکیف کان نکیر	پھر کیسی میری مار پڑی ہے ۔
نحن خلقناھم وشددنا اسرھم	میں نے ہی تو ان کو گڑھا ہے، اور ان کے پکے جوڑ جوڑے ہیں ۔
انا صببنا الماء صبا	ہم نے جھما جھم برکھا برسائی ۔
ثم شققنا الارض شقا	پھر تڑا تڑ دھرتی پھاڑی ۔
ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ ۔	اور کتنی تھوتڑیاں اُس دن دھول بھری ہیں، اور ان پر کلونس چڑھی ہوئی ہے ۔

Marfat.com

علالت اور وفات

مرضِ وفات کے حالات وواقعات صاحبزادہ احمد میاں صاحبؒ کی کتاب تواریخ نامہ[1]
اور مولوی محمد عبدالغفار صاحب آسیونی کی کتاب "ہدیۂ عشاق فضل رحمانی" سے ماخوذ ہیں جس میں ربیع الاوّل کی دوسری تاریخ سے (جس روز حضرت مولاناؒ کی طبیعت مبارک ناساز ہوئی) ۲۲ ربیع الاوّل (جس روز حضرت مولانا کی وفات ہوئی) تک کے حالات وواقعات تاریخ وار بطور روزنامچہ کے درج ہیں، مصنّف وفات سے دس ماہ پیشتر سے حضرت مولانا کی خدمت میں حدیث شریف کا درس لیتے تھے، ہر وقت کے حاضر باش اور علاج کے مشیر خاص تھے۔ اس تفصیل سے آپ کی بے نظیر استقامت، اتباعِ سنّت اور ذوق ومحبّت ومحویت ظاہر ہوتی ہے، اور اکابر اولیائے متقدمین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

علالت کی ابتدا حضرت کی بیماری زکام اور بخار سے انتقال سے بیس روز پیشتر شروع ہوئی، اس درمیان میں آپ کو کسی روز صحت بھی ہو جاتی تھی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی طرح بیمار نہیں، اگرچہ ابتدا میں خفیف حرارت کے ساتھ کچھ آمدِ زکام کی سی معلوم ہوتی تھی، لیکن بظاہر اس کا اثر کچھ نہ تھا، صرف پیاس کی شدّت تھی، دن بھر میں خلافِ معمول کئی مرتبہ پانی نوش فرماتے تھے، ۷ ربیع الاوّل سے آواز کی گرفتگی میں زیادتی ہونے لگی،

---

[1] اس کتاب میں علالت ووفات کے مختصر حالات اور مراثی اور قطعاتِ تاریخ ہیں، یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں مرتب ہوئی، اور اصح المطابع محمود نگر لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ ۱۲

Marfat.com

جب بلغم نکلتا، تو آپ فرماتے کہ دیکھو یہ بلا پیٹ سے نکلتی ہے، اُور ضعف و نقاہت کو بھی روزانہ ترقی تھی، کہ غذا بہت کم ہوگئی تھی۔

اتباعِ سنّت کا اہتمام اُور درسِ حدیث

مگر باایں ہمہ ضعف و ناتوانی اُور کبھی کبھی ملس میں حرارت ہو جانے کے باوجود اتباعِ سنّت اور پابندیٔ شریعت کا وہی اہتمام تھا، اُور ہمیشہ اوّل وقت پر تازہ وضو کرکے نماز اَدا فرماتے، اُور بڑے ذوق و شوق سے حدیث شریف کا درس دیتے[1]

حدیث شریف کا آخری سبق

۷ ربیع الاوّل کو نماز عصر اُدا فرمانے کے بعد فرمایا، کہ:- کتاب لاؤ، حکیم عظمت حسین صاحب نے سبق شروع کیا، تھوڑا سا پڑھا تھا، کہ مولوی عبدالغفار صاحب کتاب صحیح مسلم لے کر حاضر ہوئے، حکیم صاحب نے کتاب بند کردی، اُور مولوی عبدالغفار صاحب نے پڑھنا شروع کیا، قریب تیرہ[۱۳] صفحہ کے پڑھا، سبق ختم ہونے کے بعد یہ کلمات فرمائے :- "جاؤ کتاب مسجد میں بند کرکے رکھ آؤ"۔ یہ سبق آخری تھا، جو آپ نے بیٹھ کر درس کے طور پر پڑھایا، اِس لفظ (بند کرکے) پر کسی کو لحاظ نہ ہوا کہ آج سے آپ سبق بند فرماتے ہیں[2]۔

ایک نعتیہ شعر اُور کیفیت

۸ ربیع الاوّل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فضائل بیان کرکے آپ نے اِس شعر کو دو مرتبہ پڑھا :- ؎

سر سبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو ؛؛ ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

اس وقت حاضرین کی عجیب کیفیت تھی کہ دلگدازی سے سب پر ایک حالتِ رقت طاری تھی[3]

---

[1] تذ... ... [2] ہدیۂ عشاق صہ۶ ۔ [3] تواریخ نامہ صہ۲ ۔

ایک شعر پر رقت

بعد اس کے آپ نے یہ شعر پڑھا:۔

بندۂ عیب دار کس نخرد
باہزاراں گنہ خرید مرا

آپ روئے، اور عجیب کیف کی حالت تھی، کہ بیان میں نہیں آتی[۱]

صلحائے امت کا مرتبہ

اسی حالت کیف میں فرمایا، کہ:۔ امتیان محمدیؐ میں سے بہت ایسے لوگ ہیں کہ حوریں ان کی مشتاق ہیں، جب وہ جنت میں بلا حساب کتاب جائیں گے تو حوریں اُن کے دیکھنے کو دوڑیں گی، اور وہ محو تجلیاتِ کبریائی ہوں گے، دوزخ کی طرف سے ہو کر گزریں گے تو دوزخ اُن سے پناہ مانگے گی، اور انکے چہرے مثل ماہتاب کے درخشاں ہوں گے[۲]

محویت و استغراق کی زیادتی

آج سے محویت کی کیفیت اور استغراق کی حالت بڑھتی جاتی تھی، کہ بسا اوقات آپ اپنے ہر وقت کے حاضر باش خادموں کو بھی نہیں پہچانتے تھے، آپ کے معمولات سے تھا، کہ بعد نماز ظہر عرائض سنا کرتے تھے، فرمایا، کہ:۔ آج بہت خطوط ہیں، آپ نے اُن پر دم کر دیا، اور فرمایا، کہ خدا سب کا کام پورا کر دے[۳]

صبر کی فضیلت اور حضرت ابو بکرؓ کی منقبت

۹ ربیع الاول کو فرمایا، کہ:۔ اللہ پاک اپنے بندوں کو بہت پیار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں، جو اُن کے خاص بندے ہو جاتے ہیں تو اگر اُن کو کچھ تکلیف پہونچتی ہے، اور صبر

---

[۱] تواریخ نامہ ص۲۔ [۲] ہدیۂ عشاق ص۸۔ [۳] تواریخ نامہ ص۲۔

Marfat.com

کرتے ہیں، تو ملائکہ سے خطاب ہوتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ کیسی مصیبت میں مبتلا ہے، اور شکر و صبر کرتا ہے، گواہ رہو کہ میں نے بخش دیا، بعدہٗ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کچھ احادیث پڑھیں، اور بہت رقت طاری رہی، اور جوش و خروش کی حالت ظاہر ہوئی[1]

مرشد کی یاد بارھویں تاریخ تک ترقیٔ ضعف کی یہی کیفیت رہی، جو کوئی پوچھتا کہ حضور کا مزاج کیسا ہے، تو فرماتے الحمد للہ اچھا ہوں، صرف ضعف ہے، کبھی حضرت شاہ آفاق پیر و مرشد اور اولیا، اللہ کا ذکر فرماتے، اور کہتے :- ؎

اے شہ آفاق شیریں داستاں   باز گو از بے نشانِ من نشاں
صرف و نحو و منطقم را سوختی   آتش عشق خدا افروختی[2]

اولیائے امت کا درجہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو آپ نے مولوی وحید احمد صاحب سے ارشاد فرمایا، کہ :- میری چارپائی کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اور حسب ذیل ارشادات فرمائے :- ؎

خدمت مرداں اگر یک ساعتست
بہتر از صد خدمت و صد طاعت است

سلف میں ایسے ایسے اولیا، اللہ گزرے ہیں کہ جو کلمہ گو کوئی دور سے اُن کی زیارت کرکے چلا گیا اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا، اور اس کو بخش دیا، بعض ایسے گزرے ہیں کہ جس پر انھوں نے ایک نظر ڈال دی وہ ولی ہو گیا، بعض حاضرین نے عرض کیا، کہ :- اللہ تعالیٰ نے حضور کو بھی ایسا ہی کیا ہے، اس پر کوئی جواب نہ دیا[3]

---

[1] ہدیۂ عشاق صـ ۹۔ [2] تواریخ نامہ صـ ۲۰۵۔ [3] ہدیۂ عشاق صـ ۱۱۔

دُعائے تسہیل ۱۶ ربیع الاوّل سے آخر وقت تک یہ شعر آپ کے وردِ زبان تھا۔ ؎

فسہّل یا الٰہی کلّ صعب

بحرمۃ سیّد الابرار سہّل[1]

مریدوں کو تلقین ۱۸ ربیع الاوّل کو قاضی نورالحسن صاحب ہاشمی ملّاواں سے بغرضِ عیادت حاضر ہوئے تھے، ذرا دیر کے بعد آپ نے داہنا ہاتھ دراز فرمایا کہ جیسے کسی سے مصافحہ کے واسطے بڑھاتے ہیں، اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ آتے ہیں کپڑے تو پہن لیں، ان لوگوں سے فرمایا، جو مرید ہوئے تھے، کہو: "مرید ہوئے ہم حضرت شاہ آفاق صاحبؒ کے ہاتھ پر قادریہ خاندان ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فرض ہیں، دوالی، دسہرہ، بسنت کچھ نہ ماننا"[2]

رضا بالقضاء ۱۹ ربیع الاوّل کو ۱۲ بجے پھر پیر سر دھوئے، اور حرارت کا غلبہ ہوا، آپ حالتِ غشی میں نصف جسم سے اُٹھ بیٹھتے تھے، اور فرماتے: میں کیا کروں؟ - کوئی حاضرین میں سے عرض کر دیتا کہ حضور آرام فرمائیں، فوراً لیٹ جاتے، اور شعر ؎

فسہّل یا الٰہی کلّ صعب

بحرمۃ سیّد الابرار سہّل

پڑھتے، بخلاف زمانہ گذشتہ کی بیماریوں کے کہ آپ ان بیماریوں میں آہ آہ بہت کرتے، لیکن اِس مرتبہ اُف تک بھی نہ فرماتے، خاموش لیٹے رہتے، اور جو دوا صاحبزادہ صاحب پیش کرتے، فوراً اُس کو نوش فرماتے، ذرا انکار نہ کرتے، سابق کی بیماریوں میں دوا سے انکار فرماتے تھے، مگر عام طور سے کسی کے ہاتھ سے دوا نہیں پیتے، صرف صاحبزادہ صاحب کو یہ شرف حاصل رہا۔[3]

---

[1] تواریخ نامہ صٓ۔ [2] ہدیۂ عشاق ص۱۹۔ [3] ایضاً ص۲۰۔

Marfat.com

مناقب خلفاء اربعہؓ

ساڑھے چھ بجے سہ پہر کو حرارت بہت کم ہو گئی تھی، اُس وقت حضرت پیرانی صاحبہ نے حکیم صاحب کو بلایا، اور دریافت حال کیا، اگرچہ حکیم صاحب نے بہت کچھ تسکین دی، لیکن درجۂ اجابت تک نہ پہونچی، کہ اتنے میں حضور پُر نور نے یہ شعر بزبانِ فصیح پڑھا:۔ ؎

سرم خاک رہ ہر چار سرور
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

اس وقت حضور کو فی الجملہ تسکین تھی، اور اس شعر کے پڑھنے سے تمام حاضرین و نیز اندرونِ حویلی سب کو بہت تسکین ہوئی۔[١]

بشارات

بیسویں کو خواب استراحت سے دفعتاً اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ :۔ یہ بہشت یہ بہشت یہ بہشت، اور چاروں سمت دستِ مبارک سے اشارہ کیا، اور فرمایا، کہ ۔ رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔[٢]

فنائے کامل

اکیسویں کو دو بجے دن کو آپ نے فرمایا، کہ :۔ ہم مر گئے، ہمارے جنازے کی نماز پڑھ دو، اور اگر کوئی نہ پڑھے تو میں خود پڑھے لیتا ہوں، اور تمام مقتدی کھڑے ہیں اللہ اکبر فرما کر ہاتھ باندھ لئے، سب کو اس جملہ سے بہت تردد ہوا۔[٣]

حدیث کا تقاضا

سوا دو بجے فرمایا، کہ :۔ اگر ہم کو کوئی حدیث سناتا تو بہتر تھا، کہ ہمارا دم حدیث شریف سنتے سنتے نکلتا۔[٤]

۲۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۳ بجے کہ حاضرین کا مجمع کثیر تھا، صاحبزادہ احمد میاں کو آنکھیں کھول کر بغور دیکھا، پھر ان کا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ سے دو تین منٹ تک خوب مضبوط پکڑے رہے، بعدہٗ

---

١ ہدیۂ عشاق ص۲۱ ۔ ٢ تواریخ نامہ ص۵ ۔
٣ " " ص۲۵ ۔ ٤ ہدیۂ عشاق ص۲۵

Marfat.com

چشمِ خدا بیں سے دوبارہ دیکھ کر ہاتھ چھوڑ دیا، اور آنکھیں بند کرلیں[۱]۔

اہلِ تعلق کے لئے دُعا ساڑھے تین بجے دستِ مبارک اُٹھا کر نہایت خضوع سے دعا فرمائی، کہ:۔ اے اللہ پاک! آپ میرے جملہ مریدین و معتقدین دوست احباب اعزّہ و اقارب کو خوش و خرم کھاتا کھِلاتا رکھئے گا، اور سب کا خاتمہ بخیر کیجئے گا، آمین آمین آمین[۲]۔

ذکرِ جلی سوا چار بجے سے تنفس شروع ہوا، اس سے یہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ فرماتے ہیں، قبل اس کے کبھی آپ نے اس طرح کا ذکرِ جلی نہیں فرمایا، ہمیشہ ذکرِ خفی فرماتے تھے، کہ دیکھنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا تھا[۳]۔

محبین و زائرین کا ہجوم تین چار روز سے حاضرین کا وہ مجمع تھا کہ لوگ ہٹائے جاتے تھے، لیکن نہ ہٹتے تھے، ایک کے اوپر ایک گرے پڑتے تھے، ہر شخص کی یہ تمنا تھی کہ میں شریکِ خدمت ہوں، اور زیارت سے شرف یابی حاصل کروں، ان چار دنوں میں کئی مرتبہ مرادآباد میں مشہور ہوا کہ جناب مولانا صاحبؒ کا وصال ہوگیا، ہر شخص جہاں تھا وہیں سے دوڑا، اندر سے باہر تک ایک تلاطم برپا ہو جاتا تھا، اور جو اپنی جگہ سے ہٹا پھر اُس کو وہ جگہ نصیب نہ ہوتی تھی، اس لئے کہ جگہ کی قلت تھی اور آدمیوں کی کثرت، تمام حاضرین و مریدین اطراف سے اتفاقاً فتح پور ہسوہ کے آدمی زیادہ حاضر تھے[۴]۔

---

[۱] ہدیۂ عشاق ص ۲۶، ۲۷

[۲] تواریخ نامہ ص ۵   [۳] ایضاً ص ۵

[۴] فتح پور ہسوہ میں حضرت مولاناؒ کے دو خلفا، و مریدانِ با اختصاص موجود تھے، حضرت مولانا نور محمد پنجابی صدر مدرس مدرسۂ اسلامیہ، اور جناب مولانا سید ظہور الاسلام صاحب فتحپوری ۱۲

حدیث کی تلاوت بالیں پر ساڑھے چار بجے سے تنفس میں فرق آگیا، اور اُمید زیست منقطع ہو گئی چنانچہ حسب وصیت حکیم عظمت حسین صاحب نے کتاب چہل حدیث پڑھنا شروع کیا، اور راقم سے صاحبزادہ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی کتاب لاؤ، میں بھی کتاب صحیح مسلم شریف کہ جس کا ایک سبق پڑھا تھا لے آیا، صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ بالجہر پڑھو تاکہ سب لوگ سُنیں، لیکن حضور پُرنور کی وہ حالت دیکھ کر مجھ سے بالجہر نہ پڑھا گیا، صاحبزادہ صاحب نے مکرر فرمایا کہ بالجہر پڑھو تاکہ سب لوگ سُنیں، میں نے کتاب الایمان کا ایک صفحہ مشکل سے بالجہر پڑھا، اور ایک حدیث آخر کتاب کی پڑھ کر بند کر دی۔[1]

وقت اخیر تنفس بڑھتا گیا، اور اب بلغم حلق میں آکر اٹک گیا، اور تھوکنے کی قوت باقی نہ رہی، آپ اس حالت میں بار بار سر مُبارک اٹھانے کا ارادہ فرماتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ کوئی رُوح پُرفتوح تشریف لاتی ہے جس کی تعظیم کے واسطے سر مبارک کو جنبش دیتے ہیں، ہم کور باطنوں کا اس میں حصّہ نہ تھا، غرضکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ پڑھنے لگا، کوئی یٰسین شریف، کوئی درود شریف، کوئی کلمہ، کوئی بالجہر، کوئی بالسر پڑھتا تھا، اگرچہ عام طور پر اس بات کا یقین نہ تھا کہ یہی آخری وقت حضرت صاحبؒ کا ہے لیکن اس کرب کو ہر شخص دیکھ کر غمگین تھا، چنانچہ سوا پانچ بجے سے حکماء نے کل تدبیریں چھوڑ دیں، اور آب انار شیریں کیوڑہ ڈال کر دینا شروع کیا، کبھی حکیم عظمت حسین صاحب اور کبھی صاحبزادہ صاحب اور کبھی حکیم عبد الباسط صاحب اور کبھی راقم (عبد الغفار) چمچہ سے لے کر بسم اللہ کہہ کر حضور کے دہن مبارک میں ڈال دیتے، قاعدہ یہ تھا کہ جب بسم اللہ کہتے حضور دہن مبارک کھول دیتے اور آب انار ڈال دیا جاتا۔[2]

---

[1] ہدیۂ عشاق صفحہ ۲۷، ۲۸۔ [2] ایضاً صفحہ ۲۸۔

غایت اتباعِ سنّت سب کی رائے ہوئی کہ اب تہ بند کھول لیا جائے اُور پائجامہ پہنا دیا جائے، چنانچہ صاحبزادہ صاحب و غلام قادر خاں صاحب والہ دیا صاحب نے پائجامہ پہنانا شروع کیا، غلام قادر خاں صاحب نے تہ بند جو مثل پائجامہ کے بنا ہوا تھا، داہنے پیر سے گھبراہٹ میں اُتارنا چاہا، اُسی وقت پائے مبارک کھینچ لیا اُور بایاں پاؤں دراز کیا، سبحان اللہ! اس وقت بھی کس قدر اتباعِ شریعتِ محمدیہ کا خیال تھا۔[1]

ساعتِ وداع نمازِ مغرب کے بعد حالت اُور زیادہ قریب الوصال ہوگئی، بعد نماز کے سب لوگ واپس آگئے، اس وقت سب کی رائے ہوئی کہ چارپائی کا رُخ پھیر دینا چاہیئے، لیکن اس طرح کہ سب پر ظاہر نہ ہو جائے، فوراً چارپائی شمالاً جنوباً کر دی گئی، اُور رُوئے مبارک قبلہ کی طرف کر دیا گیا، قریب سات بجے کے بالکل الوداعی سامان ظاہر ہو گئے، سوا چار بجے سے جو تنفس کی حالت تھی وہ ایسی تھی کہ گویا ذکر و شغل کی حالت میں کوئی اپنی سانس بڑھاتا ہے، اُور صاف مفہوم ہوتا تھا کہ حضور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ فرماتے ہیں، اس سے قبل کبھی کسی نے شاید ایسا ذکر جلی کرتے نہ دیکھا ہوگا، اس اخفا سے آپ ذکر کرتے تھے کہ دیکھنے والے کو ہرگز معلوم نہ ہوتا تھا۔[2]

سکینت و رحمت گرداگرد چارپائی کے جو لوگ موجود تھے، عجب سکون سب کے دل کو تھا، اگرچہ بہت بڑے بڑے جاں نثار حاضر تھے، لیکن کسی پر گھبراہٹ اُور یاس کا عالم نہ تھا۔[3]

وفات شام کے وقت ۲۲ تاریخ راقم کو شبہ تھا کہ شاید چاند نکلا ہے، اسی کی روشنی نیم کے درخت پر جو چھپّر کے باہر ہے پڑ رہی ہے، افسوس اُس وقت خیال نہ آیا کہ یہ وقت

---

[1] ہدیۂ عشاق ص۲۸ - [2] ایضاً ص۲۹،۳۰ [3] ایضاً ص۳۰

نزولِ رحمتِ الٰہی اُور ورودِ برکت نامتناہی کا ہے، اُور یہ اُس کی تجلیات ہیں۔

بعد مغرب کے اِس قدر قوت لبِ مُبارک میں باقی نہ تھی کہ زیادہ جنبش کرسکتے، اُور نہ دہنِ مبارک وا ہوسکتا تھا کہ چمچہ سے کوئی چیز دہن مبارک میں ڈالی جاتی، یہاں تک کہ کپڑے کے پھایہ سے آبِ انارؔ اُور کیوڑہ، یا کیوڑہ اُور پانی دیا جانے لگا، راقم (عبد الغفار) نے اِس خدمت کو مغرب سے آخر وقت تک انجام دیا، صاحبزادہ صاحب (احمد میاں صاحب) سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، راقم بھی سرہانے بیٹھا تھا، اسی تنفس ذکری کی حالت میں (۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو) بعد مغرب آپ نے سانس اوپر کرلی، اُور رُوحِ پُرفتوح نے جسم خاکی کو چھوڑا، اُور عالم بالا کی طرف پرواز کی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[1]۔

آثارِ قبولیت و رحمت

اس وقت جسم اطہر سے اِس قدر خوشبو آتی تھی کہ جس کا کپڑا آپ کے جسم سے چھوگیا اس میں خوشبو آنے لگی، لوگ ایک دوسرے پر گرتے تھے، کسی کا دل قابو میں نہ تھا، سب لوگ روتے تھے، مگر سبحان اللہ! کہ آپ کو جیسی پابندی شرع کی بہ حالتِ حیات تھی ویسی ہی بعد ممات بھی رہی، کہ جو کوئی چلّا کر رویا معًا بیہوش ہوگیا کہ سر و پا کی خبر نہ رہی، جو لوگ خاموش تھے اُور آنکھوں سے آنسو جاری تھے وہ بھی ہوش میں نہ تھے، غرضکہ تمام ہندو مسلمان رونے میں مبتلا تھے، قیامت برپا تھی، عورتیں بھی سب حویلی سے آئیں، روتی ہوئی جب قریب پہونچیں آواز موقوف ہوگئی صرف آنسو جاری تھے، کوئی کلمہ کوئی درود پڑھنے لگا جنازۂ اطہر پر نوحہ و بکا نہیں ہوا، اُور کیونکر ہوتا کہ ہمارے حضرتؒ نے کبھی بہ حالتِ حیات اس بات کو جائز نہیں رکھا۔

---

[1] ہدیۂ عشاق فصل ۱۴، ص ۲۲۰

تمام شب لوگ جنازے کے گرد حاضر رہے، خوشبوئے اگر و عود جلائی گئی، تمام شب میں اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں اور باہر کہیں جگہ نہ رہی، اور انوار و تجلیات کا کیا ذکر کیا جائے کہ ایک نورانی چادر سب کو ڈھانکے ہوئے تھی، جو لوگ کہ نعش مبارک کے گرد بیٹھے تھے قرآن خوانی اور ذکر و شغل میں مشغول تھے، ہرگز اس مقام پر یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی موت ہوئی ہے کہ جیسے اور گھروں میں موت کے بعد دیکھا گیا ہے، بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضور روزانہ آرام فرماتے تھے، آج بھی اسی طرح آرام فرما رہے ہیں۔[1]

غسل و تکفین سب کی رائے ہوئی کہ اسی مقام پر جہاں کہ آپ تشریف فرما تھے کچھ زمین کندہ کر کے غسل دیا جائے، ٹھیک سات بجے صبح کے غسل کے لئے آپ اٹھیں جو کیوں پر لائے گئے، اس وقت ایک عالم ٹوٹا پڑتا تھا، چادر مبارک جسم اطہر سے اٹھائی گئی، رومال کھول کے تہبند ڈالا گیا، چہرۂ مبارک درخشاں تھا، اور ہرگز تمیز نہیں ہوتی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے، بہ حالتِ حیات رخسار مبارک پر بوجہ پیرانہ سالی و کبر سنی کے شکنیں آگئی تھیں، اور دانتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے رخسارہ مبارک اندر کو دب گئے تھے، بالکل صاف و ہموار معلوم ہوتے تھے، یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ ضعیف العمر آدمی ہیں، اور روئے مبارک مثل گلاب کے تر و تازہ تھا حسب قاعدہ سنت سنیہ غسل دیا گیا، بعد فراغت غسل کے لاشۂ اطہر کفنایا گیا، اس وقت حاضرین کو عجیب کیف تھا، بعد فراغت سب لوگ ہٹا دیئے گئے، عورتیں آئیں زیارت کر کے چلی گئیں، ایسا مجمع کثیر تھا کہ بہت لوگوں کو کندھا دینا کیسا چارپائی سے ہاتھ لگانا نہایت دشوار ہو گیا۔[2]

---

[1] ہدیۂ عشاق صفحہ ۳۱، ۳۲

[2] 〃 〃 صفحہ ۱۳

نمازِ جنازہ وتدفین

بدقت تمام جنازۂ مبارک بیرونِ مسجد لایا گیا، اور دروازہ مسجد کے چبوترہ پر رکھا گیا، حسب وصیت نماز جنازہ احمد میاں صاحب نے پڑھائی (اور تدفین عمل میں آئی) ساڑھے نو بجے پورے طور پر قبر درست ہو گئی، سب لوگ اس کارِ ضروری سے فارغ ہو گئے، بعد فراغت پھر تو عجیب ایک عالم پیدا ہوا، کوئی شخص اپنے آپ میں نہ تھا، اور ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی، مرزا صاحبان (مرزا عنایت علی بیگ صاحب وافضال علی بیگ صاحب ساکنانِ بھوپال) نے تین روز تک بہت بشاشی سے اہلِ تعزیت کی مہمانداری فرمائی، اور خیرات از قسم غلہ، کھانا اور نقد بھی مساکین کو تقسیم کیا[1]

خواص اہلِ تعلق کی آمد اور اُن کا تأثر

۲۴ ربیع الاوّل کو جناب مولانا محمد علی صاحب مونگیری، مولانا ظہور الاسلام صاحب لکھنؤ میں اس خبر کو سُن کر تشریف لائے، مولانا محمد علی صاحب جس وقت تشریف لائے اولاً مزار پر حاضر ہوئے، بعدہٗ مسجد میں تشریف لائے، کچھ ذکر حضرت کا حافظ قاری عبد الرحمٰن صاحب نے فرمایا، جناب مولوی محمد علی صاحب کو ایسا کیف ہوا کہ بہت دیر تک محض بیہوش رہے، پنکھا وغیرہ جھلا گیا بدیر ہوش میں آ گئے۔

اسی طرح آج مولوی حبیب اللہ صاحب مدرس ٹانڈہ[2] آئے اور مقبرہ شریف میں بیہوش ہو کر گر گئے، بہت دیر کے بعد ہوش آیا، اور بہت ہی حالت زار رہی، حتّٰی کہ دوسرے روز واپس گئے[3]

---

[1] ہدیۂ عشاق ص ۳۴، ۳۵

[2] والد ماجد مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

[3] ہدیۂ عشاق ص ۳۶

Marfat.com

قرض کی اُدائی

۱۲ ربیع الآخر کو راجہ محمد ممتاز علی خاں صاحب بہادر والیٔ ریاست اترولہ تشریف لائے اُور اعلان کر دیا کہ جس بقّال کا جس قدر روپیہ حضرت مرحوم کے ذمہ ہو ہم اُدا کر دیں گے، چنانچہ دس ہزار چار سو روپیہ یکمشت اُدا کیا گیا، زرِ قرضہ اُدا کرنے کے وقت بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ حساب کتاب دیکھ کر دینا چاہئے، راجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرت حساب کتاب کر کے نہ لیتے تھے، نہ دیتے تھے، پس ہم بھی اس طرح نہ دیں گے، ہم روپیہ مزار شریف پر رکھے دیتے ہیں جس کا جتنا ہو اُٹھا لے جائے، چنانچہ ویسا ہی ہوا، دامے درمے ایک ایک کوڑی تک باقی نہ رہی[۱]۔

---

[۱] ہدیۂ عشاق فضلِ رحمانی، از مولوی عبدالغفار صاحب آسیونی ص ۴۲

Marfat.com

گنج مرادآباد کی حاضری اور اسکے تاثرات

نگاہِ مرشد

از:- مولانا سید محمد علی مونگیریؒ (بانی ندوۃ العلماء)

اولاً میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہونے اور شرفِ بیعت حاصل کرنے کی مختصر کیفیت لکھتا ہوں، سترہ یا اٹھارہ برس کا میرا سن تھا کہ حضرت ہادیٔ طریقت رہنمائے شریعت مقبولِ بارگاہِ لم یزلی مولانا شاہ کرامت علی قدس سرہٗ[۱] کی قدمبوسی مجھے نصیب ہوئی، اور دس مہینے تک ملازمت کا شرف حاصل رہا، اور پھر آپ کو سفرِ آخرت پیش آیا، اور کالپی میں جاکر انتقال فرمایا، آپ کی برکت توجہ اور فیضِ صحبت سے عجیب و غریب حالات مجھ پر گذرے، اور حضور علیہ السلام کی عنایت اور بندہ نوازی ایسی ہوئی جس کی نسبت میں بجز اس کے اور کیا کہوں:- ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

آپ کے انتقال کے بعد مجھے دوسرے رہنما کی ضرورت ہوئی، حضرت قبلہؒ اُس زمانہ میں کانپور میں رونق افروز ہوا کرتے تھے، اور جناب محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب مالک مطبع نظامی کے مکان پر فروکش ہوتے تھے، یہ خاکسار سُن کر حاضرِ خدمت بابرکت ہوا، اُس وقت حضرتؒ دوست محمد عطر فروش کی

---

[۱] یہ بزرگ قادری سلسلہ کے [illegible] سے ہندوستان آئے، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے پڑھا تھا، اور شاہ احمد [illegible] صاحب نسبت [illegible] بزرگ تھے، کالپی میں انتقال فرمایا ۱۲۔

Marfat.com

دوکان پر تشریف [illegible] جگہ تنگ ہونے کے باعث سے میں نعلینوں کے قریب بیٹھ گیا، آپ نے مکرر اپنے پاس بیٹھنے کو ارشاد فرمایا، میں [illegible] ادب وہیں بیٹھا رہا، اتفاقاً میری حرکت سے لاٹھی گری اور ایک شیشہ ٹوٹ گیا، حضرت نے فرمایا کہ بڑوں کا کہنا نہ ماننے سے ایسا ہی ہوتا ہے، پھر مجھے بغور دیکھ کر فرمایا، کہ:۔ فلاں بزرگ جو یہاں تھے تم اُن کے [illegible] ہو؟۔ میں نے عرض کیا کہ میں اُن کا پوتا ہوں اس صحبت میں زیادہ کچھ کلام کی نوبت نہ آئی، پھر میں [illegible] صاحب موصوف کے مکان پر حاضر ہوا، حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا، کہ:۔ تم کس کی صحبت میں بیٹھے ہو؟ [illegible] نے عرض کیا کہ جناب شاہ کرامت علی صاحب کی خدمت میں کچھ عرصہ تک حاضر ہوا ہوں، آپ نے حسب معم[illegible] سر جھکالیا اور تھوڑے تامل کے بعد فرمایا، کہ:۔ بڑے شخص تھے۔

ایک مرتبہ پھر حاضر ہوا، اس وقت آپ سورۂ رحمٰن کا تر[illegible] ارشاد فرمارہے تھے، اور مولوی محب اللہ صاحب مرحوم پانی پتی اور مولوی حافظ عبد الغفار صاحب لکھ[illegible] آپ کے پاس بیٹھے ہوئے سُن رہے تھے، میں علیحدہ تخت پر بیٹھ گیا، اثر بیان سے میرے آنسو جا[illegible] ہوگئے، آپ نے میری طرف بھینی نظروں سے دیکھا، اور دونوں عالموں موصوفین سے فرمایا کہ [illegible] تم اسے جانتے ہو؟۔ انھوں نے عرض کیا کہ:۔ جی ہاں! طالب علم ہیں، مدرسۂ فیض عام میں [illegible] پڑھتے ہیں۔ ارشاد ہوا، کہ:۔ تم نہیں جانتے۔ اتنا فرماکر پھر ترجمہ فرمانے لگے، تھوڑے عرصہ کے بعد ان دو[illegible] صاحبوں سے پھر وہی سوال کیا، انھوں نے عرض کیا کہ:۔ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ ایک نیک بخت طال[illegible] [illegible] آپ نے پھر فرمایا، کہ:۔ تم نہیں جانتے۔

[illegible] یہ سوال فرمایا کہ [illegible]

ایک مرتبہ حضرت قبلہ بنارس تشریف لے[illegible] [illegible] ب دستور کانپور میں فرد کش ہوئے مجھے اطلاع نہیں ہوئی، مگر ایک اضطراب پیدا [illegible] ہوگیا، اور مضطربانہ ادھر ادھر پھرنے لگا، اتفاقاً راہ میں حافظ موسیٰ صا[illegible] [illegible] بعد انھوں نے [illegible]

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ... جمعہ کا روز تھا، خاں صاحب

مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ:- میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا

چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خاں صاحب کوٹھے پر جہاں آپ رونق افروز تھے

گئے، اور پھر آکر کہا، کہ:- آج جمعہ ہے اس وقت ملاقات نہ ہوگی، بعد نماز جمعہ آنا، میں افسردہ ہو کر لوٹ آیا

اور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں پڑھی، اس کے بعد خاں صاحب کے ہمراہ خدمت بابرکت

میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہاں پہونچ گئے تھے، اور آپ انھیں کچھ کتابیں تقسیم فرما رہے تھے،

تھوڑی دیر خاں صاحب اور میں کھڑے رہے، جس وقت آپ نے نظر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اُسی وقت

لوگوں سے فرمایا، کہ:- اب جاؤ، انھیں بیٹھنے دو۔ بعض نے بیٹھے رہنے پر اصرار کیا، مگر آپ نے فرمایا کہ

نہیں اس وقت جاؤ۔ سب چلے گئے میں اور خاں صاحب بیٹھ گئے، مجھ سے دریافت فرمایا کہ:- تم کیا

پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبارک۔ ارشاد ہوا استغفر اللہ نعوذ باللہ قاضی مبارک پڑھتے ہو اس

حاصل؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ کر قاضی مبارک کے مثل ہو گئے پھر کیا؟ قاضی مبارک کی قبر پر

جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے اور ایک سید کی قبر پر جاؤ جس کو خدا سے نسبت تھی، اس پر کیسے انوار و برکات

ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت ایک بیخودی سی تھی، اس کے بعد کچھ خاں صاحب سے کلام کیا

پھر ارشاد فرمایا، کہ:- کیا پڑھتے ہوئے رہنے؟ عرض کیا، کہ:- ... کیونکہ میں اُن دنوں دونوں

کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع وغیرہ محمد عبد... دریافت فرمانے لگے، اُس وقت میری حالت ایسی متغیر تھی

کہ جن مسائل کا میں بے تامل جواب... خدمت بابرکت اُن کا جواب بھی بہت تامل سے دیا، اسی اثناء میں

حضرت قبلہؒ نے عبد الرحمٰن ... صاحب مدنی رحمۃ اللہ ... دریافت کیا، کہ:- تم نے صبح آکر کہا تھا کہ ایک طالب علم

ملنے کو آتے ہیں وہ کون ... ہندو ستانی، کہ:- جناب یہی تھے!- ارشاد ہوا، کہ:- تم

بڑے نادان ... جب نسبت ... ہیں، بھلا میں کیا جانوں کون طالب علم ہے

Marfat.com

گنج بے رنج

…ت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

…حب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی
…کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان
…سنہ ھ تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا
…ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق
…لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا
…دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور
…بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ
…رت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل
…ملوت ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم
…لوگوں کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا،
…ت تھے، … البتہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،
… سوال فرمایا کہ … واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ
…حضرت … والا افیونی تھا، وہ پینک میں
… مغلوب … البتہ سے ناواقف تھے، نا واقفی
… سنت … راستہ پوچھ کر تم … گر جلتے،

یہ تو ہمارا لڑکا ہے۔ خاں صاحب …
خاں صاحب اور میں صحبت سے فیض یاب …
مگر یہ عنایت مژدہ تھی حصولِ نیازمندی کا۔
اس کے بعد کانپور پھر حضرت قبلہؒ کے قدوم …
میں داخل ہونے کا شوق ہوا، اور میں مراد آباد شریف خدم…
بہ قصد بیعت تھی، مگر مجھے یاد ہوتا ہے کہ دنیاوی غرض بھی …
نوکری کی غرض سے سفارش کرانا منظور تھا، الحمد للہ کہ وہاں
کرانے کا ارادہ بالکل جاتا رہا، شام کو میں وہاں پہنچا تھا، او…
پہلے ہی سے خرید کر رکھا تھا، صبح کو بعد نماز اشراق میں نے
قبول فرمایا اور داخلِ سلسلہ فرما کر بہت دیر تک توجہ دیتے رہے
دور تک توجہ دیدی ہے، اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور …
کہ گھر میں سے ان کے لئے کچھ لے آؤ، وہ گیا اور آکر کہا کہ ابھو…
پکا کچا جو کچھ ہو لے آؤ، وہ گیا اور ڈلیا میں کچے چنے لے آیا
ارشاد ہوا کہ تمہارے پاس کوئی کپڑا ہے، میں نے رومال …
بھر کر میرے رومال میں دیں اور ارشاد فرمایا، کہ:- لو…
ارشاد آپ کا مسجد کے در میں تھا، جب آپ لب فرش…
پان لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ:- حضرت! مجھے پا…
فرمائی، اور مکرر خادم سے فرمایا کہ:- پان لاؤ
لیا، اور کسی قدر اُسے چبا کر مجھے عنایت…

Marfat.com

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ...
مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ ... ملاقات کی ہیں، اِس لئے ان دونوں
چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خادم ... کی طرح بیجا نہیں ہے، یعنی سے
گئے، اُور پھر آ کر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اِس وقت ... اللہ ... بود
اُور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں ... حلقوم عبداللہ لودی
میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ و...
تھوڑی دیر خاں صاحب اُور میں کھڑ...
لوگوں سے فرمایا، کہ :- اَب جاؤ، اُنھیں...
نہیں اس وقت جاؤ، سب چلے گئے...
پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا...
حاصل؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ...
جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے اُور ایک ب...
ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت...
پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے ہوئے رہے...
کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و ... محمد عبد...
کہ جن مسائل کا میں بے تامل، عز خدمت بابرکت...
حضرت قبلہؒ نے عبدالرحمن صاحب مدنی رحمۃ ا...
ملنے کو آتے ہیں وہ کون ... ہے ہمند ... سا
بڑے نادان ... حب نسبت ...

گنج بے رنج

از:- مولانا حکیم سید عبد... علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجھ کو حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاض... جب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی
کہ بعد فراغت تحصیل علم کے حاضر ہو کر استفادہ کروں گا، د... کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان
ہوئی، اُس وقت اپنی محرومی پر جس قدر تاسف ہوا بیان نہ... ستہ تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا
غلط ہے، اس کو سنتے ہی میں نے مراد آباد کا عزم کر لیا، وہا... ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق
وجہ سے آپ صاحب فراش ہیں، شب کو حاضری کا موقع نہ... لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا
آپ پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے، اور مریدین و مسترشدین کا مجمع... دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور
بھی تھے، میرے پہونچتے ہی انھوں نے تقریب کی اور کہا کہ... بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ
حضرتؒ نے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھائے، میں نے دست... رت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل
آپ پر کیفیت طاری تھی، آپ نے اُس حالت میں جو فرما... ملوم ... ق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم
کہ آپ فرماتے ہیں کہ دعا درود نماز سے سب کچھ مل جاتا... لوگوں کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا،
ایک شعر یہ تھا۔ ... نت تھے، ... راستہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ... یہ سوال فرمایا کہ رو... واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ

... حضرت ...

... تانگہ ... والا افیونی تھا، وہ پینک میں

... مغلوب ...

لہ مولانا سید عبد السلام صاحب اپنے عصر کے کبار ... ستہ سے ناواقف تھے، ناواقفی
خلفا میں تھے، قوت نسبت اور اتباع سنت ... تبع سنت ... کر راستہ پوچھ ... گر چلتے
وفات پائی۔ ۱۲

Marfat.com

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اسی وقت مطبع نظامی گ
کچھ دیر وہاں رہ کر باہر آگیا۔
مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ
یب عزیز بھی میرے ہمراہ تھے، ہم دونوں
چاہتا ہوں، آپ بنظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خا
ن پیدا ہوا، اور انھوں نے مرید ہونے کی
گئے، اور پھر آ کر کہا، کہ:- آج جمعہ ہے اس وقت
روانہ ہوئے، لکھنؤ کے اسٹیشن پر پہونچ کر معلوم ہوا کہ
اور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں
ہے، اور ایسے سوئے کہ گاڑی آئی اور روانہ ہو گئی، ۳ بجے
میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا
یک دوسری ٹرین روانہ ہونے والی ہے جو کچھونے کے اسٹیشن پر
تھوڑی دیر خاں صاحب اور میں کھڑ
و پس و پیش ہوا، پھر شوق اور جذب نے اجازت نہیں دی
لوگوں سے فرمایا، کہ:- اب جاؤ، انھیں
لے کر روانہ ہو گئے، وہاں پہونچ کر صبح کی نماز پڑھی، اور
نہیں اس وقت جاؤ، سب چلے گئے
معلوم ہوا کہ نہ سواری ملتی ہے نہ مراد آباد جانے کا راستہ ہے
پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا
دیہاں سے ۱۷، ۱۸ کوس ہے، یہاں سے گنج اور گنج سے
حاصل ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ تم منطق پڑھ
اتنا معلوم ہوتے ہی ہم دونوں کمر ہمت باندھ کر روانہ ہو گئے
جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے، اور ایک سبق
نے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، مگر خدا جانے کیسا شوق اور کس
ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اس وقت
اور تھانہ کے سامنے سے گذرے تو اس وقت ڈیڑھ بج رہے تھے
پھر ارشاد فرمایا، کہ:- کیا پڑھتے ہوئے رہ
ی، میں نے قبل نماز کے پانی سے استنجا کیا، کلوخ لینے کی
کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و تپ محمد عبد
ملامت کی اور کہا کہ میں مولانا سے تمہاری شکایت
کہ جن مسائل کا میں بے تامل عرضِ خدمت با برکت

حضرت قبلہؒ نے عبدالرحمن صاحب مدنی رحمۃ ا ـــــ ے حدیث کی سند لوں گا، پھر شوق ہوا، کہ
ملنے کو آتے ہیں وہ کون
سے ہندوستا صل ہو، حضرتؒ کو اعلیحضرت شاہ احمد آفاق
بڑے نادار صاحب نسبت
مبارک نہایت نازک تھا میرے دل میں

Marfat.com

پس وپیش ہو رہا تھا کہ حجرے تک

گنج بے رنج

پہونچے، شہر کے باہر ایک پختہ کنواں ہے

ہوئے۔

مسجد میں پہونچتے ہی خادم نے آکر کہا کہ حضرت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اُن کے پیچھے چلا، حضرت حجرے کے سائبان میں چارپائی ... جب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی

فرمایا کہ:۔ یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟۔ انھوں نے اس کا ... کے ساتھ تو ماہ وسنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان

رہے، پھر پوچھا:۔ یہ کون ہیں؟ کہاں سے آتے ہیں؟ میرے ... تھا۔ اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا

کہاں کے رہنے والے ہیں؟۔ انھوں نے کہا کہ رائے بریلی۔ ... ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق

لکھنؤ کہتے ہو، اور کبھی رائے بریلی۔ میں نے عرض کیا کہ میں رائے بریلی ... لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا

تحصیل علم کے لئے ٹھہرا ہوں، اور وہیں سے آرہا ہوں، فرمایا کہ ... دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور

میں نے عرض کیا کہ تکیہ شاہ علم اللہ[1] میں، یہ سن کر آپ نے عجیب ... بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ

وہ تو بڑے بزرگ تھے، فرمایا کہ بیٹھو، ہم دونوں بیٹھ گئے، پھر حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل

پڑھتے ہو؟۔ میں نے عرض کیا کہ میں ہدایہ پڑھتا ہوں، اور رجنا... ملوم تو ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم

فرمایا کہ اب فرنگی محل میں وہی اکیلے رہ گئے ہیں، فرمایا کہ جو لوگوں کو مرادآباد کے قصد سے روانہ ہوا،

اچھے اچھے لوگ تھے، اور وہ سب ہماری بہت خاطر کیا کرتے تھے، ... کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،

صاحب و مفتی نعمت اللہ صاحب و مولوی نور الحق صاحب ... یہ سوال فرمایا کہ روم ... واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ

حضرت ... ایک ... والا افیونی تھا، وہ پینک میں

---

[1] حضرت شاہ علم اللہ عہد عالمگیری کے مشہور ... مغلوب ... پتہ سے ناواقف تھے، ناواقفی

کے اجل خلفاء میں سے ہیں، حضرت سید احمد شہید آپ ہی کے ... سنت ... راستہ پوچھتے ہوئے گر چلتے،

Marfat.com

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ ... رنا چاہتے ہیں، آپ نے

مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ ... رمائے، اُور یہ ارشاد کیا کہ ہر روز

چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خاد ... کے دل کی زبان سے ذکر کرو، اُو یا یکمنج با

گئے، اُور پھر آ کر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اِس وقت ... ز تسبیح، اُور سُورۂ واقعہ بعد مغرب پڑھ لیا کرو،

اُور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں ... یں، اس پر آپ کے چہرۂ مبارک پر کسی قدر آثار تکدر

میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا ... ن کو سلسلہ میں داخل فرمایا۔

تھوڑی دیر خاں صاحب اُور میں کھڑ ... کی تمنا ہے کہ حدیث کی سند آپ سے حاصل ہو، آپ نے

لوگوں سے فرمایا، کہ :- اَب جاؤ، انھیں ... رمجھ کو اجازت دی اُور فرمایا کہ میں تم کو حصن حصین کی بھی اجازت

نہیں اس وقت جاؤ۔ سب چلے گئے ... (یا اس کے قریب قریب کوئی تعداد آپ نے فرمایا) آدمی

پڑھتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا...

حاصل ؟ ہم نے عرض کیا کہ تم منطق پڑھ ... سجد میں، یا مقبرے میں، میں نے عرض کیا جہاں حکم ہو، مگر

جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے اُور ایک سبق ... ہیں گے، یہ سُن کر مکدر ہوئے، اُور فرمایا کہ ہم نے مقبرے میں

ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت ... کھا دیئے ہیں وہاں آرام ہوگا، پھر میری طرف مخاطب ہو کر

پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے رہے ... تو علم حاصل کرنا بیکار ہے، اولیاء اللہ جتنا پڑھتے تھے

کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و شرب محمد عبد ... وقایہ پڑھتے تھے جب کتاب الزکوٰۃ تک پہونچے چھوڑ دیا،

کہ جن مسائل کا میں بے تامل حضرِ خدمت با برکت ... وم و صلوٰۃ مجھ پر فرض ہے اُس کا علم حاصل کرنا

حضرت قبلہؒ نے عبد الرحمٰن صاحب مدنی رحمۃ ا ... ض ہوگی تو اُس کے مسائل بھی سیکھ لوں گا، اس وقت

ملنے کو آتے ہیں وہ کون ... ے ہندوستان کر آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اُور آنکھوں سے

بڑے نادر ... اصل ... حب نسبت ... گئے، اُن میں ایک شعر یہ بھی تھا۔ سه

Marfat.com

گنجِ بے رنج

یہ شعر بھی آپ نے پڑھا تھا ۔

[illegible]ت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بجرا دیوں تو کر کر [illegible]

جن نینن ماں پیو بسیں [illegible] جب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی

وہاں سے اُٹھ کر ہم لوگ مسجد میں آئے، حیرت یہ ہے کہ [illegible] کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان

شب کو جس قدر نوافل میں نے پڑھیں، اور جس ذوق و [illegible]ہ تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا

جب رخصت ہونے کو گئے تو میرے ساتھی کو رخصت فرما دیا [illegible] ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق

وہیں مسجد میں جا کر ٹھہر گیا، چاشت کے بعد آپ مسجد تشریف [illegible] لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا

حضرت احمد میاں صاحب و مولوی عبدالکریم صاحب و حکیم [illegible] دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور

لے کر حاضر ہوئے، میں بھی حلقۂ درس میں شامل ہو گیا، آ[illegible] بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ

ورق پڑھے، باوجود کبر سنی کے چشمے کی مدد کی آپ کو حاجت [illegible]ت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل

کلک کا قلم رکھا ہوا تھا، اُس سے تصحیح فرماتے جاتے۔ تعلق [illegible] ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم

قابلِ دید تھا نہ شنید، دوسروں پر انوارِ باطنی کا اُس [illegible] لوگوں کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا،

ایک کیفیت طاری تھی، بعد ظہر کے آپ پھر برآمد ہوئے [illegible]ت تھے، [illegible]ستہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،

اور بعد عصر کے پھر آپ برآمد ہوئے، اور کئی ورق [illegible] یہ سوال فرمایا کہ روز [illegible] واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ

ڈیڑھ پارہ پڑھا، لوگوں سے معلوم ہوا کہ آج [illegible] حضرت [illegible] ایک [illegible] والا افیونی تھا، وہ پینک میں

ایک یا دو بار کا تھا، میں اس کو اپنی خوش نصیبی [illegible] مغلوب [illegible]

[illegible] سے ناواقف تھے، تاوقتیکہ

تیسری بار جب میں حاضر ہوا تو [illegible] سنت [illegible] راستہ لیجیے تو [illegible] گر جلتے

Marfat.com

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ
...ک اپنے حالات بیان
مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ
چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خا
...ے ہوا لعجبی ہے
گئے، اور پھر آکر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اس وقت
...کا اور آگ دبی ہے
اور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں
...یا کہ مجھ کو حدیثِ مسلسل سنایئے، آپ بہت محظوظ
میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا
...شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زبان سے سنا ہے، پھر
تھوڑی دیر خاں صاحب اور میں کھڑ
...کو مٹی پر مار منہ پر پھیرا، اور پہونچوں تک ہاتھ میں مل لیا،
لوگوں سے فرمایا، کہ :- اب جاؤ، انھیں
نہیں اس وقت جاؤ، سب چلے گئے
...اللہ الرحمٰن الرحیم
پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا
...ارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم
حاصل؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑ
من فی السماء
جاکر دیکھو کہ کیا حال ہے اور ایک
...حدیثِ مسلسل بالمحبۃ کی بھی اجازت دیتا ہوں، اس حدیث کو
ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت
...ان سے سنا ہے :-
پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے ہو
...اللھم اعنی علیٰ ذکرک
کتابیں پڑھتا تھا، اس پر میں جناب محمد عبد
...حسن عبادتک لہ
کہ جن مسائل کا میں بے تامل حاضرِ خدمت با برکت

حضرت قبلہؒ نے عبدالرحمٰن صاحب مدنی رحمۃ ا...
...از نواب نور الحسن خاں - ۲۰
ملنے کو آتے ہیں وہ کون
...ے ہندوستا
بڑے نادا... اصل ۱ ... ۲۲ ... صاحب نسبت ...
...کم

گنج بے رنج

از نواب صدیار جنگ ... علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجھ کو ایک عرصہ سے مراد آباد کی حاضری گی ... جب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی
حضرت شبلی عہد جنید دہر مولانا فضل الرحمٰن صاحب ... کے ساتھ تو ماہ وسنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان
بارے اب کے آرزو پوری ہوئی، اور شرف پابوسی مو... تھا۔ اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا
بقصد مراد آباد یہاں سے روانہ ہو کر کانپور پہونچا، استا... ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق
شیخ کی بیعت تھی، وہاں ایک وجہ خاص سے ایک روز ... لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا
قصبہ تمبور میں آیا، یہاں سے پالکی میں سوار ہو کر مراد آباد ... دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور
ایسن نامی پڑی، پھر کچھ دور جا کر گنگا ملی، صبح کا وقت، ا... نیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ
مراد آباد پہونچا، دریافت ہوا کہ اس وقت حضرتؒ درس ح... رت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل
ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد مسجد ... کلو ... ق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم
کس زمانہ کا ہے، بیچ میں ایک قبر بنی ہوئی ہے، وہ لوگوں ... کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا،
کا فرش پڑا تھا، اس پر اور چند آدمی جو حصول زیارت تھے، ... ستہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،
جا بیٹھا، مولانا اگرچہ فاصلہ پر تشریف رکھتے ... یہ سوال فرمایا کہ رو... واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ
کوئی فرد بشر با آواز بلند بات کرنے کی تا... حضرت ... ایک ... والا افیونی تھا، وہ پینک میں
حاکم کے باہر آنے کے منتظر ہیں، ایک گھ... مغلوب ... ستہ سے ناواقف تھے، ناواقفی
رکھتے تھے، میں زمین پر بیٹھ گیا، کچھ تھ... ہو ... نشست ... و... راستہ پوچھ ... گر چلتے

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ ... نے ارشاد فرمایا، بزرگوں کے

مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ ... شعر عجیب درد سے پڑھتے تھے،

چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خادم

گئے، اور پھر آکر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اِس وقت ... ساعت است

اور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں ... بعد طاعت است

میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا ... فرمایا۔

تھوڑی دیر خاں صاحب اور میں کھڑے ... رنگ گورا، داڑھی چھوٹی نہایت سفید، آواز بھاری، اور

لوگوں سے فرمایا، کہ :- اب جاؤ، انھیں ... ں ڈھیلا انگرکھا، ڈھیلا پاجامہ، دو پلی ٹوپی تمام سر کو ڈھکے ہوئے

نہیں اس وقت جاؤ، سب چلے گئے ... ضرتؒ کا حجرہ پرانا اور تنگ، ایک طرف چارپائی، اس پر

پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا ... ں نئے، شاید پندرہ روز کے ہوں گے) ایک طرف چوکی،

حاصل؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ ... ں شکستہ و کہنہ بوریا بس۔

جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے، اور ایک سبق ... شریف کا درس فرمایا، جس میں حاضر ہونے کی مجھ کو بھی عزت

ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت ... ہمت کے واسطے طلب فرمایا، اور دعائے خیر کے بعد

پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے ہوئے رہتے ... م ہے) نہایت پرانی اور مرمت طلب ہو رہی ہے،

کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و ... ب محمد عبد ... ست ایک مقبرہ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا، اُس کے

کہ جن مسائل کا میں بے تامل عرضِ خدمت بابرکت ... در جھو مبارک ہے، گرد کے مکان بھی کہنہ و ویران

حضرت قبلہؒ نے عبدالرحمٰن خطیب مدنی رحمۃ ا ——— سدہا امیر و غریب، تونگر و مفلس آتے ہیں اور

ملنے کو آتے ہیں وہ کون تھ ... ے ہندوستانی ہو جب تک خود ہم کو اس میں مداخلت

بڑے نادان ... [illegible] ... حب نسبت ... ڑی، اگر ہم اصولِ اقلیدس سے واقف

نہیں، تو اگر ایک شخص ...

گنج بے رنج

نفع ہے، یا اس کا حل کس ذہن ...

حال ہے، جب تک ہم صاحب حال نہ ہے ...

حضرت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نہیں ہے۔

حضرت کی خدمت میں پہونچ کر دو زبردست ... جب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی
یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے حضرت کا مرتبہ پہچان لیا، لیکن ... کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان
شباہت کے اور کوئی مشابہت نہیں، ہمارے خیالات ... نہ ہم تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا
ارادوں سے اُن کے ارادے جدا، ہمارے مشاغل سے ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق
خوشیاں اور خوف اور مقصود اور آگ لکڑی کو جلاتی ... لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا
پیش نظر ہے، لیکن ہم کیا سمجھتے ہیں، اور اُن کے ذہن ... دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور
اوّل خیال تو یہ تھا کہ مراد آباد دنیا میں ہے، اور ... بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ
مسجد میں ایک دوسرا عالم نظر آتا تھا، دنیاوی معاملات ... رت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل
کردار اور وہاں کے اہل قیام کے احوال سے (عام تعلق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم
یاد دو چار برس سے رہتے ہیں) یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ لوگوں کو مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا،
ہیں، حیدرآباد کے امیر کبیر نواب خورشید جاہ بہادر تھے، ... کچھ اچھا نہ تھا اداسی تھا،
سے صرف ایک روز پہلے وہاں آئے تھے، مگر یہ سوال فرمایا کہ ... واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ
ذہن میں معلوم ہوتی تھی، حالانکہ کانپور اور ... حضرت ... والا افیونی تھا، وہ پینک میں
ہر ایک سوسائٹی (خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ... مغلوب ... سے ناواقف تھے، تاو تھی
ہوئے تھی، پھر یہ کس کا اثر تھا؟ آپ ... سنت ... کر راستہ ... گر جلتے

Marfat.com

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ
مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ
چاہتا ہوں، آپ بہ نظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خا
گئے، اُور پھر آ کر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اس وقت
اُور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں
میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا
تھوڑی دیر خاں صاحب اُور میں کھڑ
لوگوں سے فرمایا، کہ :- اَب جاؤ، انھیں
نہیں اس وقت جاؤ، سب چلے گئے
پڑھتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا
حاصل ؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ
جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے اُور ایک بے
ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اُس وقت
پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے رہے ہوئے
کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و شرب محمد عبد
کہ جن مسائل کا میں بے تامل حضرت منت بابرکت
حضرت قبلہؒ نے عبدالرحمٰن خاں صاحب مدنی رحمۃ ا
ملنے کو آتے ہیں وہ کون

حضرتؒ کے بالوں کا؟
وہ کیفیت کیا تھی، اس سے کون
بلتا ہے مگر وہ سوائے اثر کے موثر کو نہیں جانتا،
ہاتھ گرمی محسوس کر سکتے ہیں، مریض کو اپنا جسم
یا، تاکہ یہ غلبۂ صفرا کا نتیجہ ہے، طبیب کا کام ہے۔
کو ذلیل سمجھتا تھا، اُور ہر چند حیرت سے غور کرتا تھا،
یں آتی تھی، دنیاوی جلسوں میں لفٹنٹ کے دربار دیکھے،
دیکھیں، مگر کہیں اپنے نفس کو اتنا بے حقیقت نہیں پایا،
ت کرتا تھا، اُور اپنی بے مائگی پر خود نفریں کن تھا، ہر شخص سے
کرتا تھا، غرض ایک عجیب خیال تھا کہ پورا بیان میں آنا
یسے رہے جیسے کہ کسی دلچسپ خواب کا صبح کو خیال اُور
ہو گئی، اُور چند لمحہ کے بعد پھر نفسِ امارہ انا ولا غیری،
ہا پھنسا، یہ خیال میرے نزدیک محض نئے اُور نرالے تھے،
اس سے قیاس چاہتا ہے کہ وہ جگہ بھی کچھ اُور

۲۵ رجب المرجب ۱۳۰۵ھ
پنجشنبہ۔ اکبر آباد

Marfat.com

گنجِ بے رنج

از: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجھ کو دو مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے، یقین کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان غالب ہے کہتا ہوں کہ اوّل مرتبہ جب حاضر ہوا ہوں تو سنہ ۱۳۰۰ھ تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ تھا، کیونکہ مجھے اتنا یاد ہے کہ یہ حاضری تعلق ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق کانپور کا زمانہ آخر صفر تھا، جو قرب میلاد کا زمانہ تھا، اور اکثر لوگ میلاد کے متعلق مسائل دریافت کیا کرتے تھے، نیا نیا مدرس ہو کر کانپور گیا تھا، بعض وجوہ سے دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ کیا، گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ میں جبکہ کانپور کو چھوڑنے کا قصد کر لیا تھا یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں، کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم مہدی حسن تھے جو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، اُن کو ساتھ لے کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا، اناؤ تک ریل سے مسافت طے کی، باقی راستہ ٹٹو پر طے کیا تھا، راستہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا، کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی، اور اس پر طرہ یہ کہ ہم راستہ سے واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ نشان، نہ کسی سے پوچھا تھا، یوں ہی چل کھڑے ہوئے۔ حضرت [illegible] والا افیونی تھا، وہ پینک میں کہیں پیچھے رہ گیا، ہم اکیلے چلے جا رہے [illegible] راستہ سے ناواقف تھے، ناواقفی کی وجہ سے کئی جگہ راستہ بھولے جب [illegible] تو راہ کو راستہ پوچھا [illegible] چلتے

حضرت قبلہؒ کے تشریف لانے کا حال بیان کیا، میں اسی وقت مطبع نظامی گ
مالک مطبع نظامی تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا، کہ
چاہتا ہوں، آپ بنظرِ عنایت اطلاع کر دیجئے، خاد
گئے، اور پھر آ کر کہا، کہ :- آج جمعہ ہے اس وقت
اور جمعہ کی نماز کرنیل محمد زماں خاں کی مسجد میں
میں حاضر ہوا، مگر پہلے سے کچھ لوگ وہا
تھوڑی دیر خاں صاحب اور میں کھڑ
لوگوں سے فرمایا، کہ :- اب جاؤ، انھیں
نہیں اس وقت جاؤ۔ سب چلے گئے
پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قاضی مبا
حاصل ؟ ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھ
جا کر دیکھو کہ کیا حال ہے اور ایک سبق
ہیں۔ فیضانِ صحبت سے مجھے اس وقت
پھر ارشاد فرمایا، کہ :- کیا پڑھتے پھرتے رہ
کتابیں پڑھتا تھا، اس پر بیع و شراب محمد عبد
کہ جن مسائل کا میں بے تامل حاضرِ خدمت بابرکت
حضرت قبلہؒ نے عبد الرحمٰن صاحب مدنی رحمۃ ا
ملنے کو آتے ہیں وہ کون ت ... ے ہندوستا
بڑے نادا ... فضل ... صاحب نسبت

...نی میں آفتاب غروب ہو گیا،
...ن برابر چلتے ہی چلے گئے، کیونکہ
...ع نماز ہو چکی تھی، مولانا مسجد سے حجرہ میں
...لاع کرائی گئی، حضرتؒ نے بلا لیا، اور میں نے
...خادم کے ہمراہ حاضر ہو گیا، اتنا یاد ہے کہ وہاں
...ایک بوریا بھی بچھا ہوا تھا، اور حضرت مولاناؒ ایک دوسری
...سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور سلام عرض کیا، جواب دینے
...سے ایک ساتھ تین سوال کئے، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟
...بعی طور پر سادہ تھا، مزاج میں سادگی بہت تھی، عرفی تکلف
...تگو میں لہجہ ذرا تیز ہوتا تھا، خصوصاً اس کے ساتھ جو معتقد
...تو اکثر لوگ معتقدانہ ہی حاضر ہوتے تھے، ایسا لہجہ تھا کہ
...کہ مولانا غصہ فرما رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہ تھی جس کو
...ہ تو اچھی طرح سمجھ لیتا تھا کہ حضرت کا لہجہ ہی ایسا ہے،
...ہی کیفیت ہوتی تھی، غرض مولانا نے تیز لہجہ میں یہ تینوں
...ئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ میں نے بھی علی الترتیب
...ض کیا کہ میں ایک طالب علم ہوں، کانپور سے آیا ہوں
...ور فرمایا بڑے آئے زیارت والے، ارے یہ کوئی
...تے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ ذرا سویرے آئے،
...ے لئے کھانا کہاں سے لاؤں، تمہیں

خداکاخوف نہ آیا، تم تو ...

گنجِ بے رنج

تو مطلق کسی قسم کی کوئی شکایت یا ...

نہ ہوتا، کیونکہ خاص عقیدت کے ساتھ حاضر

حضرت علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

عذر تھا، لیکن میں نے اُس وقت کچھ عرض کرنا خلاف

جواب دیتا، چپ کھڑا تھا، تھوڑی دیر بعد فرمایا، تمہارا حب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی

جی ہاں! ہیں، فرمایا اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھالو ... کے ساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں، لیکن گمان

اچھا، اِس ارشاد کے بعد خادم سے کہا انھیں لے جاکر فلاں ... ھ تھا، اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا

ہولئے، اور اُس نے لے جاکر ایک جگہ دکھادی، ایسا خیال ... ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق

سہ دری سی تھی، خیر میں مع ٹٹو اور رفیق کے وہاں چلا گیا اور ... لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا

بازار سے لے کر کچھ کھا پی لیں گے اور حسب الحکم صبح کو رخصت ... دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی، اور

ایک خادم آیا اور کہا کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے، میں نے دل ... بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا، اسی زمانہ

دل میں کہا کہ بھائی سننے کو تو ہم آئے ہی ہیں، میں ساتھ ہولیا ... ت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل

"بیٹھ جاؤ" مگر لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا، حالانکہ اس دقت ... ملوث ہو یا نہ ہو، چنانچہ ایک طالب علم

جزناؤ سے معلوم ہوگا، کچھ لہجہ ہی ایسا تھا، وجہ یہ ہے کہ ... لوگوں کر مرادآباد کے قصد سے روانہ ہوا،

میں یہ ارشاد سُن کر تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی ... تھے، ... کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا،

تخت پر بیٹھو، حسب ارشاد اُٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا ... یہ سوال فرمایا کہ روم واقف نہ تھے، نہ کوئی پتہ

کے یہاں سے کھانا لاؤ، چنانچہ خادم اسی وقت ... بحضرت ... والا افیونی تھا، وہ پینک میں

ارہر کی دال تھی اور اسی پر روٹیاں رکھی ... مغلوب ... سے ناواقف تھے، ناواقفی

رکھا، تو مولانا نے دیکھ لیا، حالانکہ چراغ ... سنت ... راستہ ... گر چلتے

Marfat.com

ن کیا، میں اُسی وقت مطبع نظامی گ
ہی میں آفتاب غروب ہوگیا،
ھے، میں نے عرض کیا، کہ
ن برابر چلتے ہی چلے گئے، کیونکہ
ع کردیجئے، خا
نماز ہو چکی تھی، مولانا مسجد سے حجرہ میں
س وقت ا
لاع کرائی گئی، حضرتؒ نے بلالیا، اور میں نے
خادم کے ہمراہ حاضر ہوگیا، اتنا یاد ہے کہ وہاں
ی ایک بوریا بھی بچھا ہوا تھا، اور حضرت مولاناؒ ایک دوسری
سامنے جاکر کھڑا ہوگیا اور سلام عرض کیا، جواب دینے
نا سے ایک ساتھ تینؔ سوال کئے، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟
طبعی طور پر سادہ تھا، مزاج میں سادگی بہت تھی، عرفی تکلف
گفتگو میں لہجہ ذرا تیز ہوتا تھا، خصوصاً اس کے ساتھ جو معتقد
تو اکثر لوگ معتقدانہ ہی حاضر ہوتے تھے، ایسا لہجہ تھا کہ
ئے کہ مولانا غصّہ فرما رہے ہیں حالانکہ یہ بات نہ تھی جس کو
ہ تو اچھی طرح سمجھ لیتا تھا کہ حضرت کا لہجہ ہی ایسا ہے،
یہی کیفیت ہوتی تھی، غرض مولانا نے تیز لہجہ میں یہ تینؔ
ئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ میں نے بھی علی الترتیب
ض کیا کہ میں ایک طالب علم ہوں، کانپور سے آیا ہوں
ور فرمایا بڑے آئے زیارت والے، ارے یہ کوئی
تے ہیں، آدمی کو چاہئے کہ ذرا سویرے آئے،
ے لئے کھانا کہاں سے لاؤں، تمہیں

Marfat.com

خدا کا خوف نہ آیا، تم کو ... نہ لگی گئی، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے جو اپنے دل کو دیکھا تو مطلق کسی قسم کی کوئی شکایت یا ... نہ پایا، بلکہ اس سے زیادہ بھی کہہ لیتے تب بھی ذرا ناگوار نہ ہوتا، کیونکہ خاص عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا تھا، اور عقیدت کا خاصہ یہی ہے، گو میرے پاس عذر تھا، لیکن میں نے اُس وقت کچھ عرض کرنا خلاف ادب سمجھا، یہ ایک تنبیہ تھی، سو میں کیا اس کا جواب دیتا، چپ کھڑا تھا، تھوڑی دیر بعد فرمایا، تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں، میں نے عرض کیا، جی ہاں! ہیں، فرمایا اچھا جاؤ، اور بازار سے کچھ لے کر کھا لو ... صبح چلے جاؤ، میں نے عرض کیا، بہت اچھا، اس ارشاد کے بعد خادم سے کہا انھیں لے جا کر فلاں مکان میں ٹھہرا دو، چنانچہ ہم لوگ ساتھ ہو لئے، اور اُس نے لے جا کر ایک جگہ دکھا دی، ایسا خیال ہے کہ وہ ایک عام جگہ تھی محفوظ جگہ نہ تھی، سہ دری سی تھی، خیر میں مع ٹٹو اور رفیق کے وہاں چلا گیا اور سامان اُتارنے لگا، یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لے کر کچھ کھا پی لیں گے، اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے، لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور کہا کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے، میں نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا، لیکن میں نے دل میں کہا کہ بھائی سننے کو تو ہم آئے ہی ہیں، میں ساتھ ہو لیا، اور جا کر سامنے کھڑا ہو گیا، فرمایا:- "بیٹھ جاؤ" مگر لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا، حالانکہ اس وقت ... ملوم ... اور شفقت موجود تھی، جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا، بلکہ لہجہ ہی ایسا تھا، وجہ یہ ہے کہ ... لوگوں ... سادگی تھی تصنع اور تکلف نہ تھا، میں یہ ارشاد سن کر تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی ... تھے ... گیا، فرمایا اجی یہاں آجاؤ، تخت پر بیٹھو، جب ارشاد اُٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا ... یہ سوال فرمایا کہ روٹی ... کر ان کے لئے ہماری مٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ، چنانچہ خادم اسی وقت ... حضرت ... کھانا ... ایک پیالہ میں سالن تھا، غالباً ارہر کی دال تھی اور اسی پر روٹیاں رکھی ... مغلوب ... کھانا میرے سامنے لا کر رکھا، تو مولانا نے دیکھ لیا، حالانکہ چراغ ... سنت ... اقدر فاصلہ پر تھا، فرما...

Marfat.com

حضرتؒ کی اس عمر میں بھی بہت اچھی تھی، کھانا دیکھ کر خادم سے فرمایا، تمیز یوں کھانا لایا کرتے ہیں مہمان کے واسطے، ارے روٹی الگ طباق میں لاتا، سالن علیحدہ برتن میں لاتا، یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا، خادم نے عرض کیا کہ طباق ڈھونڈا ملا نہیں، فرمایا جھوٹ بولتا ہے، ارے فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے، یہ غالباً کشف سے فرمایا، مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا، خادم یہ سن کر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا، ورنہ سب روٹیاں ہاتھ میں لے کر کھانا پڑتیں، جب میں نے کھانا شروع کیا تو فرمایا کیا کھا رہے ہے؟ میں نے عرض کیا، حضرت! ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔ فرمایا:۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑی نعمت ہے، تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو، تم نے مولوی محمد یعقوبؒ سے پڑھا ہے، مولانا کو کشف ہوا، پھر فرمایا: بہت اچھے آدمی تھے، یہ گویا مولاناؒ نے بہت بڑی تعریف کی، کیونکہ مولاناؒ مبالغہ تعریف میں نہ کرتے تھے، اتنا فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے، بہت بڑی تعریف ہے، اس سے حضرت مولاناؒ کا تعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے بھی ثابت ہوگیا، غرض فرمایا کہ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو، تم کو معلوم ہے کہ صحابہؓ کی کیا حالت تھی، ایک ایک چھوہارا کھا کر جہاد کرتے ... اور دن بھر لڑتے تھے؛ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑھا تو جوش میں آکر کھڑ... گئے، عادت یہی تھی کہ بزرگانِ دین کے تذکرہ کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے، غرض ... میں کھڑے ہوگئے، اور پاس آکر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا، اور دیر تک حضـ... ...کرہ کرتے رہے، میں کھانا کھاتا رہا، ایسا خیال پڑتا ہے کہ ایک آدھ شعر بھی پڑھـ... ...یا کہ بیر کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا تبرک ہے فرمایا ابھی تبرک وبرک کو چھوڑو، یہ بتـ... ...رنے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہو جاتا، میں نے عرض کیا حضرت نہیں ... پھر ... ...ر ایک بڑا ہوا بدھنا اٹھا کر لے آئے جس میں ...ڑے بڑے ... ...ا کر دیا اور کہا کھاؤ، پھر بطور مزاح کے

فرمایا کہ کبھی دل میں سمجھے ہوں کہ آپ ہی کھائیے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی، جب میں کھانے سے فارغ ہو گیا تو فرمایا اچھا جاؤ عشا پڑھ کے سو رہو اب صبح کو ملاقات ہوگی، پھر مولانا اُس وقت تشریف لے گئے خبر نہیں کہاں حجرے میں یا مکان کے اندر، یہ یا حضرت نے کانپور سے گنج مراد آباد تک قصر کے متعلق بھی کچھ سوال کیا تھا، اور میں نے جواب بھی دیا تھا اور اس پر حضرتؒ نے کچھ اصلاح بھی فرمائی تھی، لیکن تفصیل یاد نہیں، نہ سوال نہ جواب، نہ حضرت کی اصلاح، کچھ یاد نہیں، پھر میں نے نماز پڑھی اور جائے قیام پر چلا گیا اور سو رہا، صبح کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھی، مولانا نے اسفار میں نماز پڑھی تھی اور خود امامت فرمائی، چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں، پھر ہم لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آفتاب اچھا اونچا ہو گیا، میرے سامنے مولانا نے نوافل نہیں پڑھے، پھر اٹھ کر ایک صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جو سامنے کھڑے تھے، وضع سے کوئی رئیس معلوم ہوتے تھے، مگر ثقہ صورت، داڑھی بھی نیچی، چوغہ بھی اور پائنچے بھی ٹخنے سے اوپر، سردیوں میں اکثر لباس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رئیس ہے یا معمولی حیثیت کا شخص، بہرحال مولانا نے اُن کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا "تم کب جاؤ گے؟" انھوں نے کہا، جمعہ کی نماز پڑھ کر جاؤں گا، فرمایا یہاں جمعہ پڑھ کر کیا ہوگا؟ انھوں نے کہا تو میں جمعہ اور کہاں پڑھوں گا، وہ بھی کوئی بے تکلف اور پرانے آنے جانے معلوم ہوتے تھے، مولانا نے فرمایا ہمیں کیا خبر کہاں پڑھو گے، ہم کوئی ٹھیکہ دار ہیں تمھارے جمعہ کے، لوگوں کو شرم نہیں آتی منھ پر داڑھی لگا کر پرائے ٹکڑوں پر پڑتے ہیں، وہ بھی بہت ہی بے تکلف تھے، انھوں نے کہا میں تو نہیں جاتا، یہ سُن کر حضرتؒ اُن کا شانہ پکڑے ہوئے اور زور لگائے، یہ سوال فرمایا کہ زور فرمایا نکلو یہاں سے (اس مقام پر پہنچ کر حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی نے فرمایا، حضرت کو تو حضرتؒ کی ساری باتیں اچھی معلوم ہوتی تھیں ممکن ہے کوئی بدفہم یا معاند اس قسم کے واقعات سے حضرت مولاناؒ کے اخلاق پر شبہ کرے، ہمیں تو بزرگوں کی ساری ہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں مطابق سنت ہوں تو وہ جو چاہے سمجھے) غرض وہ

Marfat.com

شخص تو چلے گئے، خبر نہیں قصبہ سے بھی چلے گئے یا نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ اب تھا یہ میرا نمبر ہو چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں جاتا ہوں، فرمایا بہت اچھا۔ میں چلا تو مولانا بھی ساتھ ساتھ چلے، میں سمجھا اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے اسی جانب تشریف لے جا رہے ہیں یہ گمان نہ تھا نہ اپنے کو اہل سمجھتا تھا کہ مشایعت کے لئے ساتھ ہیں، مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہی غرض تھی، کیونکہ راستہ میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا جو مکان آتا حضرت دریافت فرماتے کیا یہاں ٹھہرے ہو، حتیٰ کہ وہ سہ دری آگئی جس میں میرا قیام تھا، میں وہاں رک گیا تو مولانا بھی وہاں ٹھہر گئے، اور فرمایا ٹٹو منگاؤ اور سامان لادو، میں نے رخصتی مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا، ہم نے تمہارے لئے دعا کی ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے۔ فرمایا: قل ھو اللہ شریف، اور سبحان اللہ وبحمدہ دو دو سو بار پڑھ لیا کرو۔ اوروں سے بھی سنا کہ حضرت مولانا طالبین کو اکثر یہی پڑھنے کو بتایا کرتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں ان چیزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، اس کے بعد میں مع اپنے رفیق کے وہاں سے چلا آیا، چونکہ میں مسافر تھا جمعہ میرے ذمہ تھا ہی نہیں اس لئے فوت کا افسوس بھی نہیں ہوا، وہاں سے آجانے کے بعد ہی مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی، اور مجھ کو کانپور میں باصرار روک لیا گیا، ورنہ پہلے تو یہ خیال تھا کہ اب کانپور چھوڑ رہا ہوں حضرت سے مل آنا چاہیے، ممکن ہے پھر نہ حاضری ہو، غرض میرا کانپور میں قیام ہو گیا۔

پہلی مرتبہ کی زیارت کے تو یہ واقعات تھے، دوسری مرتبہ مہینہ رمضان کا تھا، اور سنہ تو تقریباً یاد نہیں، بس اتنا یاد [illegible] چند سال کے بعد دوبارہ حاضر ہوا، اس درمیان میں مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ [illegible]م کہلا بھیجتے تھے، مولانا تو ایسے آزاد تھے کہ کوئی چیز بھی یاد نہیں رہتی تھی، نہ معلوم [illegible]ہ گیا، ایک شخص بیان کرتے تھے کہ مولانا کا مزاج تیز تو تھا ہی، انھوں نے [illegible] نام لے کر نہایت بدتمیزی سے کہا کہ آپ تو

اُس کے اخلاق اچھے ہیں، نہایت تواضع سے فرمایا، ہاں بیشک اچھے اخلاق ہیں، پھر دوبارہ کئی سال کے بعد پھر حاضر ہوا، اس بار چند ہمراہی بھی تھے، اور ہدیہ کے طور پر میں کچھ پیڑے بھی لے گیا تھا، کانپور میں اُس زمانہ میں بہت اچھے پیڑے بنتے تھے، جنھیں بنگالی پیڑے کہتے تھے، سانچے میں بنتے تھے، بہت خوبصورت اور خوشبودار ہوتے تھے، مجھے بہت پسند تھے، حضرت کی پسند کی تو خبر نہ تھی میں نے سوچا کہ جو چیز خود مجھے پسند ہے اُسی کو ترجیح دینا چاہیئے، چنانچہ میں نے پیڑے ہی ہدیہ کے واسطے لئے، نیز چونکہ رمضان شریف کا زمانہ اور مدرسہ کی تعطیل تھی، اس لئے حضرتؒ کی خدمت میں کچھ دن رہنے کی گنجائش تھی، اس خیال سے کہ شاید دو چار دن رہنا ہو جائے، ایک بوتل شربت انار کی بھی اپنے افطار کے واسطے ہمراہ لے لی تھی، کیونکہ گرمی کا زمانہ تھا، جب مراد آباد قریب رہ گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں، اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے اس لئے شاید ڈانٹ ڈپٹ فرماتے ہوں، لہٰذا اپنے قلب کو پاک صاف کرکے حاضر خدمت ہونا چاہیئے چنانچہ وضو کیا، استغفار کی کثرت کی، ادب کے لحاظ سے سواری چھوڑ کر پاپیادہ چلے، اس حالت سے چلے جا رہے تھے، دوپہر کا وقت تھا، ایک بوڑھے شخص رستہ میں ملے، معلوم ہوا زیارت کو جا رہے ہیں وہاں پہنچ کر اول وہ پیش ہوئے، مولانا نے اُن سے پوچھا کہ روزہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا، جی ہاں! روزہ ہے۔ اس پر بہت خفا ہوئے، فرمایا: کس نے کہا تھا کہ سفر میں روزہ رکھو۔ اُن بیچاروں کو حکم ہوا کہ بس ابھی چلے جاؤ، ہمارا بھی روزہ تھا، ہم نے کہا بھائی خدا خیر کرے، ہم سے بھی یہی سوال ہوگا، چنانچہ واقعی پیش ہوتے ہی یہ سوال فرمایا کہ روزہ ہے، ہم نے بھی سچی بات عرض کر دی کہ حضرت ہے، اگر بجائے خفگی کے حضرت نے فرمایا کہ اچھا کیا، جوان آدمی ہو، روزہ رکھنا ہی مناسب تھا، یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب سے تھے، ورنہ بڑے عالم تھے، بڑے متقی تھے، حدود شرعیہ سے خوب واقف تھے، اور پورے متبع سنت تھے، [illegible] ایسے چونکہ وہ صاحب بوڑھے تھے،

Marfat.com

اُن کو سفر میں روزہ کا تحمل دشوار تھا، اُن پر خفگی کا اظہار فرمایا، اور ہم لوگوں کے روزہ پر اظہارِ مسرت فرمایا، اور یہی محمل ہے حدیث "لیس من البر الصیام فی السفر" کا، غرض ہم بہت خوش ہوئے کہ چلو ایک خطرے سے تو نجات ملی، اُس وقت مولانا ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے، یہ نہیں پتہ کہ بیٹھے تھے یا لیٹے تھے، غالباً لیٹے تھے، نیچے چٹائی بچھی تھی اُس پر ہم لوگ بیٹھ گئے، مولانا نے غالباً پہچانا نہیں، ہم نے اپنے اپنے ہدایا پیش کئے، مولانا کو تمباکو سے اور صابن سے بہت رغبت تھی، حقہ نوش فرماتے تھے، اور کپڑے گھر ہی میں دُھلواتے تھے، میرے ہمراہی تمباکو اور صابن ہدیہ میں لے گئے تھے، اور مجھے خبر ہی نہ تھی کہ مولانا کو ان چیزوں سے رغبت ہے، اوروں نے تو تمباکو اور صابن پیش کیا، اور میں جو ہدیہ میں لے گیا تھا وہ میں نے پیش کر دیا یعنی پیڑے، اوروں کی چیزیں لیں لیکن کچھ فرمایا نہیں، میں نے جو پیڑے پیش کئے تو خوش ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس کا شربت پیا کرتے ہیں، اور خادم سے فرمایا کہ انھیں اٹھا کر رکھو ہم ان کا شربت پیا کریں گے، میں خوش ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ہدیہ کیا پسند آئے گا، اوروں کا ہدیہ پسند فرمائیں گے، کیونکہ وہ لوگ حضرتؒ کی رغبت کی چیزیں لائے تھے، لیکن خلافِ توقع معاملہ برعکس ہوا، اوروں کو بھی تعجب ہوا، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر از خود فرمایا کیا تمھارے پاس کوئی دوا بھی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے ساتھ کوئی نہیں ہے (کیونکہ میں شربت انار کو دوا کے طور پر نہیں لے گیا تھا) اس پر ساتھیوں نے مجھ سے آہستہ سے کہا کہ شربت انار تو ہے، میں نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار البتہ ہے، فرمایا:- وہ تو تم نے افطار کے لئے اپنے ساتھ لیا ہے، میں نے کہا:- لایا تو تھا افطار ہی کی نیت سے مگر اب جی چاہتا ہے کہ حضرت قبول فرمالیں۔ فرمایا:- بہت اچھا۔ چنانچہ میں نے پیش کیا اور حضرتؒ نے وہ بھی قبول فرما لیا، ہدیوں سے فارغ ہونے کے بعد مختلف باتیں فرماتے رہے، بعض بعض یاد بھی ہیں، مثلاً فرمایا، کہ:- کہنے کی [illegible]ت تو نہیں ہے، لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں

Marfat.com

تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا، دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنّت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں، ایک یہ فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے، دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ اجازت دیدیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ چوتھی بات میں کچھ شک ہے، اسی جلسہ میں فرمایا یا بعد کے کسی جلسہ میں، بلکہ اس میں بھی شک ہے کہ بلاواسطہ سُنا یا بواسطہ، بہرحال اگر بواسطہ بھی سنا ہوگا تو کسی ثقہ راوی ہی سے سنا ہوگا کیونکہ اس کی صحت کا مجھے اتنا وثوق ہے کہ بلاواسطہ سننے کا احتمال ہے، بہرحال چوتھی بات یہ فرمائی کہ جب ہم جنّت میں جائیں گے اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنّت میں ضرور جائیں گے (حق تعالیٰ سے ایسی قوی اُمید تھی کہ کچھ شک ہی نہ تھا) اور حوریں آئیں گی تو ہم اُن سے صاف صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر قرآن سنانا ہو تو سناؤ ورنہ جاؤ اپنا راستہ لو، اس قسم کی شان مولانا کی تھی اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا، اُس کو بہت ڈانٹا کہ بڑے بے تمیز ہو، مُنھ اٹھائے چلے آرہے ہو یہ نہیں دیکھتے ہو کہ موقع ہے یا نہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات کر رہا ہے، گویا مولانا نے اپنے نزدیک ہم لوگوں کو خلوت کا وقت دیا تھا، اپنے اسرار ظاہر کرنے کے لئے خلوت پسند فرمائی، جب یہ باتیں ہو چکیں تو ارشاد ہوا کہ مسجد میں بھی جگہ ٹھہرنے کی ہے اور مکان بھی موجود ہے، کہاں ٹھہرو گے، میں نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپ کا قرب ہو، فرمایا تو مسجد میں ٹھہر جاؤ، ہم لوگ مسجد میں ٹھہر گئے، دوپہر کا وقت تھا، کچھ لیٹے بیٹھے، اتنے میں ظہر کا وقت آگیا، نماز پڑھی، شام کو بعد افطار بہت پُر تکلف کھانا آیا، کئی طرح کا، چار پانچ قسم کا تھا، جیسے کہ امراء کی عادت ہے یا متوسط لوگوں میں بھی اپنے خاص خاص معزز مہمانوں کے لئے کئی کئی کھانے پکوانے کی عادت ہے، بہت ہی عنایت تھی، ورنہ مولانا کی وضع بالکل آزادانہ تھی، وہاں تکلفات کی بھلا کیا گنجائش، اسی طرح سحری میں بھی کئی قسم کا کھانا آیا، غرض ایک آدھ دن جب گذرا میں نے واپسی کی اجازت چاہی اُدھر

Marfat.com

اس درمیان میں مختلف جلسوں میں مختلف باتیں فرماتے رہے جو کہ اب یاد بھی نہیں، بہرحال جب میں نے اجازت چاہی فرمایا ابھی کیا جلدی ہے، مدرسہ کی تعطیل ہے، رمضان شریف کا زمانہ ہے اور ٹھہرو، ہم تو یہ چاہتے ہی تھے، حضرتؒ کے ارشاد کو غنیمت سمجھا، اور واپسی کے ارادہ کو ملتوی کر دیا، جب میں نے دیکھا کہ رہنا تو ہو ہی گیا ہے، لاؤ حضرتؒ سے حصن حصین ہی پڑھ لیں، چنانچہ میں نے عرض کیا، حضرت نے بڑی خوشی سے فرمایا:- بہت اچھا۔ میں نے شروع کی حضرت کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے تھے، چنانچہ ایک جگہ "شوقاً الی لقائك" آیا، تو فرمایا:- اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ میں نے عرض کیا، حضرتؒ ہی ارشاد فرمادیں، فرمایا "تڑپ" اور درمیان میں مختلف وقتوں میں نعرے بھی لگاتے تھے ذوق وشوق میں، کھانا برابر تکلف کا آتا رہا لطیف اور کئی کئی قسم کا، جب حصن حصین ختم ہوگئی اور ہم لوگ رخصت ہوئے، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دیدیجئے۔ فرمایا:- جی ہاں اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا، کہ:- ابھی آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سنا جایا کرو۔ لیکن پھر اتفاق حاضری کا نہیں ہوا[1]۔

---

[1] نیل المراد فی السفر الی گنج مراد آباد۔ شامل ارواح ثلٰثہ صفحہ ۲۴۵-۲۵۶

Marfat.com

سفرِ سعادت

(از صفی الدولہ نواب علی حسن خاں مرحوم (فرزند اصغر نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم)

۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم نے ریاست کے اندرونی سیاسی تغیرات اور زمانے کے روز افزوں انقلابات کو پیش نظر رکھ کر اور "مباش ایمن از بازیٔ روزگار" پر عمل پیرا ہو کر از راہ دور اندیشی یہ ارادہ کیا کہ شہر قنوج میں جو قدیم آبائی وطن ہے، بطور یادگار سلف اور مصالح آئندہ کے لحاظ سے ایک مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے، اور ساتھ ہی اس کے ان کی دین پرستی اور معارف نوازی اس کی مقتضی ہوئی کہ جس طرح وہ مجھ کو دنیوی مال و متاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں، اسی طرح وہ معارفِ باطنی کی دولتِ لازوال سے بھی میرے جیب و دامن کو مالا مال دیکھیں اس لئے انھوں نے سفرِ قنوج کا ایما کیا اور تعمیرِ مکان کو میری پسند و مرضی پر محمول کیا اور سرخیلِ صوفیائے عصر، شیخ وقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ العزیز کے شرفِ حضوری اور برکاتِ انفاس سے مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ تیسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کو دوشنبہ کے دن بھوپال سے روانہ ہو کر چہار شنبہ کے روز میں قنوج پہنچا اور اپنے جد بزرگوار حضرت سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ حضرت مجدد عصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید قدس سرہٗ کے مزارِ پُر انوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا، نمازِ ظہر کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان و معتقدانِ خاص جد مرحوم کے اصرار سے مجبور ہو کر جد مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو امامت کرنی پڑی، فراغ نماز کے بعد حضرت جلال ثالث رحمۃ اللہ علیہ و حضرت بالا پیر و حضرت حاجی شریف زندنیؒ کی زیارتِ مزارات و فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا۔

Marfat.com

پھر وہاں سے چوتھی جمادی الثانی کو گنج مراد آباد روانہ ہوا، جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا و مولانا مولوی فضل رحمٰن صاحبؒ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا، حضرت طہارت گاہ سے برآمد ہو کر حجرے کی صحنچی میں وضو کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ:۔ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے پاس تنہا اور پیدل جایا کرتے تھے[ل]، اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہت دُور سے پیادہ پا آیا کرتے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے، غرض جب وضو اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حاضر الوقت صاحب سے میری نسبت فرمایا کہ یہ امیر آدمی ہیں ان کو احمد میاں کے گھر میں ٹھہراؤ، تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آ کر مجھ کو اپنے مکان پر لے گئے، رات بھر وہاں قیام رہا، صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرتؒ کے دیدار فائض الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، اور میں نے اُن کے دست شریعت و طریقت پناہ پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی، قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی توجہ اور ہمت باطنی سے مستفید فرماتے رہے، اس کے بعد سر اُٹھا کر اپنی زبانِ فیض ترجمان سے بتیابانہ عشق کے لہجہ میں فرمانے لگے:۔ "اپنے پیا پر تن من وارون، جو وارون سو تھوڑا رے" اس وقت برق و روح کے اتصال اور جذبات و تجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک پُر سرور والہانہ و وجدانی کیفیت طاری تھی، اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے۔ ؎

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیاں نمی گنجد   تو چوں فرشتہ ز غیب آمدی و دا گفتی

ل غالباً نواب صاحب مرحوم اپنے ملازمین و رفقاء کے ساتھ سواری سے پہونچے تھے۔ ۱۲

Marfat.com

بہرحال اس کے بعد حضرتؒ بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے ایک دلکش انداز و پرتاثیر لہجہ کے ساتھ پڑھتے رہے، اُن میں صرف یہ دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے۔

پروانہ نیستم کہ بہ یکدم عدم شوم   شمعم کہ جاں گدازم و دم بر نیاورم

بر صفحۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست   در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را

اخیر صحبت میں جب میں نے رخصت ہونے کا قصد ظاہر کیا، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ:۔ تم اپنے والد سے کہہ دینا کہ ہم تمہارے لئے دعا کیا کرتے ہیں، خدا تم کو اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے، اتباعِ سنت بہت مشکل ہے، پھر میں حضرت کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرتؒ حجرے سے صحنِ مسجد میں آ کر بیٹھ گئے، اور نسائی شریف کا درس جناب احمد میاں صاحب مرحوم کو پڑھانے لگے، میں بھی وہاں جا بیٹھا، دوران سبق میں حضرتؒ نے مجھ سے پوچھا کہ اسمٰعیل کے معنی جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمائیں، حضرتؒ نے کہا کہ اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا کا فرمانبردار، جب درس سے فراغت ہوئی تو آپ نے صحنِ مسجد میں ٹہلنا شروع کیا اور میرے قریب تشریف لا کر اور مسکرا کر آہستہ سے ازراہِ شفقت میری پشت پر مکا مارا اور حجرہ میں تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جناب احمد میاں صاحب کے ہمراہ میں پھر حضرتؒ کے حجرے میں پہنچا اور توفیقِ الٰہی کے موافق نذر دکھائی، آپ نے زرِ نذرانہ کو خوشی کے ساتھ اپنے دامن میں لے لیا، اور وہیں کھڑے کھڑے میرے سامنے تمام زرِ نذرانہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیا اور ایک حبہ باقی نہیں چھوڑا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کو یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا، اپنا نقصان مفت میں کیا، چونکہ میں اسی وقت لکھنؤ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا، اور سواری کچھ دور کھڑی ہوئی تھی، میں نے مراجعت وطن کی اجازت چاہی، حضرتؒ نے خدا حافظ کہہ کر اور یہ شعر

Marfat.com

پڑھ کر مجھ کو رخصت کیا۔ ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی[1]

---

[1] معارف نمبر ۲۔ جلد ۳۹۔

Marfat.com

گنج مراد

(از: مولوی عباد علی کرنسوی مرحومؒ)

راقم سطور نے بارہا اپنے مخدوم دوست صوفی عبدالرب صاحب ایم اے سے اُن کے والد عباد علی صاحب کی گنج مراد آباد کی حاضری اور حضرت مولانا کی زیارت اور اُن کی تعلیم و تلقین کے واقعات بڑے دل آویز طریقے پر سُنے تھے، میری فرمائش پر صوفی صاحب نے یہ حالات قلمبند کر کے بھیجے ہیں جو یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

میں نے اگرچہ حضرت گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی سعادت نہیں پائی، لیکن والد مرحوم نے جس طرح اُن کے حلیہ کا نقشہ کھینچا، اُن کی ہر یاد پر دیدۂ تخیل سے اُن کی زیارت کر لیتا ہوں۔

میں اس وقت اُن حالات کو قلمبند کر رہا ہوں جو میں نے حضرت والد ماجد مرحوم کی زبان سے بارہا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں سُنے ہیں، ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعات ہیں جو والد ماجد مرحوم کو مرید ہونے کے سلسلہ میں پیش آئے، جن کو والد صاحب مرحوم ایک عجیب کیف محبت کے ساتھ عمر بھر بیان کرتے رہے، اب میں بھی ان کو صفحۂ قرطاس پر ثبت کر کے اپنی اور اپنے ناظرین یا تمکین کی لطف اندوزی کا سامان کرتا ہوں۔

حضرت علیہ الرحمۃ سے والد ماجد مرحوم کے مرید ہونے کی تاریخ وغیرہ تو مجھ کو معلوم نہیں، اور یہ بھی یاد نہیں کہ والد صاحب نے کبھی اس کو بیان کیا ہے یا نہیں، لیکن اندازہ یہ ہے کہ غالباً ۱۳۰۰ھ کے قریب کا یہ واقعہ ہے، کیونکہ والد صاحب نے تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی ہے؛

Marfat.com

(۲۷ جون ۱۹۴۷ء، ۷ شعبان ۱۳۶۶ھ یوم جمعہ) اور ۲۵، ۲۶ سال کی عمر میں مرید ہوئے تھے۔

والد صاحب بیان فرماتے تھے کہ ہماری پانچ بہنیں تھیں، بھائی کوئی نہ تھا، چار سال کی عمر میں ہمارے بابا صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، بڑی زمینداری بہت پہلے نکل چکی تھی، جو زمینداری اپنے رہائشی آبائی موضع اگاسنڈ ملکپور (ڈاک خانہ کرسی ضلع بارہ بنکی) میں رہ گئی تھی وہ بھی نکل چکی تھی، بیوہ ماں، پانچ بہنیں، سیر کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں، اور کوئی کمانے والا نہیں، بہنیں کشیدہ کاری کرتیں، اور بڑی محبت سے میری پرورش کرتیں، میں اپنی ماں بہنوں کی خوش انتظامی سے کرسی پڑھنے جایا کرتا تھا، میرے ساتھیوں میں ایک ساتھی میرے عمر بھر کے دوست ثابت ہوئے، یہ تھے حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بچپن ہی سے بڑے سلیم الطبع تھے، اور بعد میں گنگوہ شریف کے فیوض و برکات سے مالامال ہوئے، اور قطب زمانہ حضرت مولانا شاہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز ہوئے، اور مکہ مکرمہ میں انتقال فرما کر وہیں مدفون ہوئے، مولانا صادق الیقینؒ کی خانگی تعلیم کے لئے جو انتظام ہوا تھا، میں بھی اس سے فیض اندوز ہوتا تھا، اور مولانا کا ساتھی اور ہم نشین تھا، ان کے والد ماجد حضرت حافظ شاہ سراج الیقین صاحب نے اُن کی تعلیم و تربیت میں بڑی سعی بلیغ سے کام لیا، میری عمر اسی دینی ماحول میں بڑھتی رہی اور میرے دل میں کسی شیخ کامل کے پاس پہونچنے کی ایک لگن اس لئے اور بھی پیدا ہوگئی کہ دنیاوی اعتبار سے مجھ کو فکروں نے گھیر رکھا تھا، اُس زمانہ میں میرا عجیب حال تھا، تعلیم کے چند گھنٹوں میں دینی ماحول رہتا تھا، گھر پر پوری آزادی حاصل تھی، اور کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا، بہت سی خلافِ شریعت باتوں میں مبتلا تھا، بعض کے بارے میں علم تھا کہ یہ بُری باتیں ہیں، اور دل سے اُن کو بُرا سمجھتا تھا پھر بھی اُن میں مبتلا تھا، اور بعض کے بارے میں علم ہی نہ تھا، ان حالات میں ایک طرف رزق کی تنگی کے سبب مجھ کو کھیتی باڑی کے کاموں میں حصہ لے کر آمدنی کی صورت نکالنی پڑتی تھی، یہ کام خلافِ عادت

Marfat.com

اور خلافِ مزاج تھا، اس محنت کا اثر صحت پر نہایت بُرا پڑا، انگلیوں کے سرے نہایت بد ہیئت ہو گئے تھے، مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ ان کو سفید داغ ہو گئے ہیں، دوسری طرف عقدِ نکاح کو چھ سال گزر گئے تھے، اور کوئی اولاد نہ تھی، اس سلسلہ میں بھی اپنوں پرایوں میں چہ میگوئیاں تھیں، نہ کوئی سر پر ہاتھ رکھنے والا تھا، نہ کوئی اپنے کو سنبھالنے والا، افلاس اپنے شباب پر تھا، کُڑھتے کُڑھتے تنگ آچکا تھا، گنج مرادآباد کے حضرت مولاناؒ کا نام سُنا کرتا تھا، دھیرے دھیرے اُن سے ایسی عقیدت پیدا ہوئی کہ اُن کی خدمت میں پا پیادہ سفر کر کے حاضری کا پختہ ارادہ کر لیا، اُس وقت میرا سن ۲۵، ۲۶ سال سے زیادہ نہ رہا ہوگا، دل میں آرزوؤں کا ایک طوفان تھا، حضرت گنج مرادآبادیؒ کے کشف و کرامات کے چرچے ہو رہے تھے، دل میں اُمید لے کر چل کھڑا ہوا، راستہ کا حال کیا بتاؤں، سفر پا پیادہ تھا، تیسرے روز منزل پر منزل کرتا ہوا عصر سے پہلے گنج مرادآباد شریف پہونچ گیا، جب حضرت مولاناؒ کی مسجد کے سامنے پہنچا تو زیارت کے بارے میں طرح طرح کے خیالات تھے کہ یوں زیارت ہوگی، اس طرح حال عرض کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

اب وہ حال سنئے جو پیش آیا، مسجد کی فصیل پر ایک دراز قامت بڑے میاں بے تکلفی سے سرین کے بل پاؤں آگے نکالے ہوئے اُتر دکھن رُخ میں بیٹھے نظر آئے، چہرہ میری ہی طرف تھا، دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کا حلقہ کئے بڑے دانوں کی تسبیح پڑھ رہے تھے، سر پر گاڑھے کی یا کسی دوسرے موٹے کپڑے کی ٹوپی پہنے تھے، جس کے سرے کانوں کی طرف تھے، اور ٹوپی سر پر خوب منڈھی ہوئی تھی، سینہ کے بال نظر آ رہے تھے، کیونکہ جو گاڑھے کی اچکن پہنے ہوئے تھے اُس میں بٹن نہ تھے، بلکہ گھنڈی تھی، اور سینہ کھلا ہوا تھا، مجھے تو یقین ہو گیا کہ یہ بڑے میاں ہو نہ ہو اس مسجد کے مؤذن ہیں، دل خوش ہوا کہ ان سے باتیں کر کے سب حال معلوم ہو جائے گا، اس شوق میں مسجد کے اندر جانے کے لئے ایک پاؤں جوتے سے نکال کر اندر رکھا ہی تھا، میرے ایک ہاتھ میں بانس کا ہلکا سا

Marfat.com

عصا بھی تھا، ابھی دوسرا پاؤں اندر نہ رکھا تھا کہ وہ بڑے میاں بلند آواز سے برہمی کے ساتھ فرمانے لگے :- "کھینچو، کھینچو، کھینچو، کھینچو" میں ششدر کھڑا رہ گیا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کھینچوں، مجھ کو ہکا بکا دیکھ کر وہ میری طرف تیزی سے آئے، اور میں ڈرا کہ اب پٹا، یہ بغیر مارے نہ چھوڑیں گے۔

لیکن یا تو وہ برہمی تھی یا میرے پاس آکر بڑی نرم اور شیریں آواز میں محبت سے فرمایا کہ "میاں کیسے آدمی ہو، مسجد میں کوئی بایاں پاؤں پہلے رکھتا ہے" اب میں نے فوراً اپنا بایاں پاؤں کھینچ کر پھر اپنے جوتے پر رکھ لیا اور اُن کے سامنے کھڑا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا کہ :- جب مسجد کے اندر آتے ہیں تو داہنا پاؤں پہلے اندر رکھتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہیں، اور پڑھتے ہیں :- "اللّٰھمّ افتح لی ابواب رحمتك" اور جب مسجد سے نکلتے ہیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے ہیں، اور درود شریف پڑھتے ہیں، اور پڑھتے ہیں :- "اللّٰھمّ انی اسئلك من فضلك" یہ بتا کر وہ واپس ہوئے اور ٹہلنے لگے، میں نے تعلیم کے مطابق داہنا پاؤں اندر رکھا اور اپنا عصا لئے ہوئے صحن سے گزر کر مسجد کے دالان میں جانے لگا، انھوں نے دوبارہ پھر تیز لہجہ میں ڈانٹا، "اپنا لٹھ وہاں کہاں لئے جا رہے ہو، کیا وہاں فوجداری ہو رہی ہے، یہیں باہر رکھ دو،" میں نے جھجک کر اپنا عصا باہر کھڑا کر دیا، اور جوتے رکھ دیئے، میرے دل میں رہ رہ کر آنے لگا کہ حضرت مولاناؒ شاید یہی ہیں، لیکن اُن کے لباس اور وجاہت کا جو تصور خود ہی باندھ رکھا تھا، ان کے حلیہ اور لباس کی مطابقت اس سے نہ ہو سکی، اسلئے کشمکش و پیچ ہی میں رہا، اور یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ واقعی حضرتؒ مولاناؒ یہی ہیں، میں نے سوچا کہ لاؤ وضو کر لوں تو ڈرتے ڈرتے انھیں سے کچھ پوچھوں کہ حضرتؒ کی زیارت کیسے ہوگی، یہ تو یاد نہیں کہ میرا پاجامہ شرعی تھا یا ٹخنے بھی بند تھے، لیکن اچکن کے بارے میں خوب یاد ہے کہ نہایت سفید ادھی (جامدانی) کی اچکن تھی، اور آستین فیشن کے مطابق

خوب جست تھی، وضو کے لئے پانی لے کر بیٹھا اور جلدی سے آستین چڑھانے لگا کہ وہ بزرگ بھر میری طرف دوڑے، اور اپنی اچکن کی ڈھیلی ڈھالی آستین دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر آستین والا ہاتھ بالکل میرے منہ کے قریب لاکر اور جھک کر بار بار یہ فرمانے لگے :" ایماندار ہوتے تو ایسی آستین نہ ہوتی، ایماندار ہوتے تو ایسی آستین نہ ہوتی " چند بار یہ جملہ دُہرا کر واپس تشریف لے گئے، اب مجھ پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی، اور دل بولنے لگا کہ واقعی حضرت اقدس یہی ہیں، اس لئے وضو کر کے خاموش دوزانو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ نہ ان کی طرف دیکھنے کی ہمت، نہ بات کرنے کی، تھوڑی دیر بعد عصر کی نماز ہوئی، امام یہی بزرگ بنے، اس سے فیصلہ ہوگیا کہ حضرت مولانا یہی ہیں، بعد عصر حضرت ہی کے حکم سے ایک صاحب مجھ کو ٹھہرنے کی جگہ پر لائے، اور مجھ سے پوچھ لیا کہ کہاں سے اور کس لئے آئے ہو، بعد میں کھلا کہ یہ حضرت کے خادم تھے، اور حضرت ہی کے ایماء سے مجھ سے پتہ نشان پوچھا تھا، تھوڑی دیر بعد یہی صاحب مجھ کو حضرت کے پاس بلا لے گئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ یہ تھی، کہ مقامی زبان میں کلام فرماتے تھے، شہری لکھنوی بولی نہ بولتے تھے، ہاں اثنائے کلام میں جب کوئی اہم بات ہوتی تو خالص کتابی زبان استعمال فرمانے لگتے تھے، مجھ سے اسی مقامی زبان میں سفر اور غرض سفر کے متعلق معمولی پوچھ گچھ فرمائی، پھر حضرتؒ ہی کے پیچھے میں نے مغرب پڑھی اور قیامگاہ پر آیا، حضرتؒ کے خادم صاحب کھانا لائے، جس میں ایک چپاتی، ایک باجرے کی روٹی، اور ماش کی دال تھی، میں کھا ہی رہا تھا کہ حضرت والا بھی تشریف لائے، جھک کر کھانا دیکھنے لگے، اور شہری زبان میں پوچھا۔ کیا کھا رہے ہو؟ ۔ میں نے عرض کیا حضرت ماش کی دال اور باجرے کی روٹی ہے اور ایک چپاتی بھی ہے، شاید میرے لہجہ سے حضرتؒ متاثر ہو گئے، رقت آمیز لہجہ میں فرمایا :" میاں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ غذا میسر نہ تھی " میں بھی متاثر ہوگیا اور حضرتؒ واپس تشریف لے گئے، عشا پڑھ کر رات گزاری،

Marfat.com

بعد اشراق دن چڑھے میری طلبی ہوئی، دل کو پکڑے ہوئے ہیبت زدہ خدمت میں حاضر ہوا، حضرت والا ایک کھری بس کھٹیا پر لیٹے ہوئے تھے، زمین پر ایک چٹائی تھی میں اُس پر دوزانو بیٹھ گیا، حضرتؒ نے پھر پوچھا کہ کیسے آئے ہو: میں نے ڈرتے ڈرتے ٹوٹی پھوٹی زبان میں عرض کیا کہ مرید ہونا بھی چاہتا ہوں اور کچھ تکلیفیں بھی ہیں اُن کے لئے حضور کی توجہ چاہتا ہوں، حضرت نے وضو کو پوچھا، میں باوضو تھا ہی، حضرت نے بلا قیل و قال حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بیعت کر لیا، اور جو جو جملے کہلائے اُن کو دہرا لیا، عجیب وقت اور عجیب کیفیت تھی، حضرت کے منھ سے جو جملہ نکلتا تھا وہ دل کے پار ہو جاتا تھا، آنسو اُبلتے تھے اور ایسی گھگھی بندھی ہوئی تھی کہ جملوں کو دہرانا مشکل تھا، بعض بعض الفاظ پر ایسا زور دیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ الفاظ آسمان سے نازل ہو رہے ہیں، مثلاً جب کہلایا کہ شرع شریف پر مرتے دم تک قائم رہوں گا تو شرع شریف کا لفظ جس عظمت اور قوت سے کہا ہے وہ اب تک کانوں میں گونج رہا ہے، جب کہلایا کہ ہر قسم کے گناہ سے عمر بھر پرہیز کروں گا، تو یہ بات رگ وپے میں ایسی پیوست ہو گئی کہ یقیناً اُس وقت ہر طرح کے گناہ سے نفرت ہو گئی، جب کہلایا کہ اگر غلطی سے گناہ ہو گیا تو بلا تاخیر توبہ کروں گا، تو اُس وقت توبہ کی اہمیت عمر بھر کے لئے دل میں جاگزیں ہو گئی، اُسی وقت دل اللہ اور اللہ والوں کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ ؎

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لئے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

حضرتؒ نے مرید فرما کر قیامگاہ پر جانے کے لئے فرما دیا، اور تکلیفوں کی بابت کچھ نہ پوچھا، واقعی حضرتؒ بڑے ہی حقیقت شناس تھے، اگر اُس مجلس میں تکالیف کے لئے پوچھتے تو بیان کرنے کا یارا بھی کس کو تھا، دل کی بدلی ہوئی حالت لے کر میں قیامگاہ پر چلا آیا، دن گزرا، حضرتؒ نے

Marfat.com

بعد عصر مسجد ہی میں روک لیا۔ لوگ جلدی جلدی اُٹھ گئے، گویا میرا روکا جانا اور نمازیوں کے لئے اس کا اشارہ ہو گیا۔ اب حضرتؒ نے بڑے لطف و کرم کے ساتھ فرمایا کہ اپنی تکالیف بتاؤ، میں نے سب سے پہلے عرض کیا کہ مخالفوں نے مشہور کر دیا ہے کہ میری انگلیوں میں سفید داغ ہیں جس سے مجھ کو بڑی شرم دامنگیر ہے، اور انگلیوں کے سروں کی رنگت کافی بدنما اور بھدی ہو گئی ہے، اور دیکھنے میں سفید داغ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا:۔ لاؤ دیکھیں۔ میں نے انگلیاں آگے بڑھا دیں حضرت بار بار یہ جملہ ایک جذب کے ساتھ دہرانے لگے:۔ "کہاں ہیں داغ، کہاں ہیں داغ،" اب جو میں نے بھی نظر ڈالی تو انگلیوں کا رنگ اور ان کی ہیئت نہایت خوشنما تھی (اس جگہ ناچیز عبدالرّب راوی بیان کرتا ہے کہ میں اُن کی سب سے چھوٹی اولاد ہوں، اور میں نے اُن کے اُدھیڑپن کا زمانہ اپنے بچپن میں پایا، اور جب میرا سن ۵۴، ۶ سال کا تھا اُس وقت اُن کا انتقال ہوا، جب بھی میں نے والد صاحب کو گورے چٹے رنگ کا خوبصورت آدمی پایا، وہ متناسب الاعضا بھی تھے، قیاس ہے کہ جوانی کی عمر میں انگلیاں بھی نہایت سڈول اور خوش رنگ ہوں گی) جب مجھے اپنی انگلیاں صاف نظر آئیں تو میری حیرت اور مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی، اور حضرت کی عظمت اور محبت سے میرا دل پہلے کی بہ نسبت زیادہ لبریز ہو گیا، پھر حضرت نے پوچھا "اور کیا تکلیف ہے"۔ میں نے شرماتے ہوئے کہا کہ شادی کو چھ سال ہو گئے اب تک کوئی اولاد نہیں ہے، حضرت صاحب نے اپنے خادم کو پکارا، وہ آئے تو فرمایا:۔ "ہمارا بدھنا اٹھا لاؤ، ہم اُس میں سے ان کو کچھ دینگے" خادم صاحب آناً فاناً ایک بدھنا لے آئے، حضرت صاحب نے اس کو چٹائی پر اُلٹ دیا، اُس میں کچھ بیر تھے، کچھ بتاشے تھے، اور ایک چھوٹی سی گھڑی تھی، حضرت صاحب نے فرمایا:۔ "جو چاہو لے لو" بھلا گھڑی لینے کی ہمت تو کیا پڑ سکتی تھی، میں نے شاید چار بیر اور پانچ بتاشے یا اس کے بالعکس اس خیال سے لئے کہ حضرت صاحب کے دل میں یہ نہ آئے کہ یہ شخص

طامع اُور دہقانی ہے، حضرت صاحب نے فرمایا بھی کہ :- "اُور لے لو، پھر نہ کہنا" میں نے پھر اُسی خیال سے کہہ دیا کہ بس ٹھیک ہے، حضرت صاحب نے فرمایا کہ :- "اچھا ان کو کھالو" میں نے اسی وقت کھا لیا، حضرت نے نہایت جوش اُور قوت سے فرمایا :- "انشاء اللہ انشاء اللہ تمھارے اتنے ہی لڑکے ہوں گے جتنے تم نے بیر کھائے ہیں، اُور اتنی ہی لڑکیاں ہوں گی جتنے تم نے بتاشے کھائے ہیں[له]" یا اس کے بالعکس فرمایا (راوی عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو چار لڑکے اُور پانچ لڑکیاں ارزانی فرمائیں) اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ :- "اُور کیا تکلیف ہے؟" میں نے عرض کیا :- "حضرت افلاس انتہا کو پہونچ گیا ہے۔" فرمایا :- "اچھا ہم دعا کرتے ہیں، انشاء اللہ انشاء اللہ کبھی تنگیٔ بھوک نہ رہو گے، عمر بھر کھاتے کھلاتے کشادہ دست و فارغ البال رہو گے۔" پھر پوچھا :- "اُور کیا تکلیف ہے؟" میں نے عرض کیا :- "حضرت اُور کوئی تکلیف نہیں ہے۔" حضرت صاحب نے پوچھا :- "اپنے گھر کب جاؤ گے؟" میں نے کہا :- "حضرت، صبح کو ارادہ ہے۔" فرمایا :- "اچھا ہم صبح تم کو توجہ دیں گے۔" وہ مجلس ختم ہو گئی، رات گزری، جب فجر پڑھ چکا تو حضرت صاحب نے مسجد ہی میں پھر روک لیا، اپنے سامنے بٹھایا، بلند آواز سے جلال کے ساتھ فرمایا :- "آنکھیں بند کر لو، ہم توجہ دیتے ہیں۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں، دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا، حضرتؒ نے جس طرح چاہا توجہ دی، لیکن مجھ کو معلوم نہیں ہوا، پھر فرمایا :- "آنکھیں کھول دو۔" میں نے آنکھیں کھول دیں، حضرت صاحب نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ :- "جاؤ انشاء اللہ عمر بھر

له حدیث شریف میں آیا ہے :- "رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔" (مسلم شریف)

(ترجمہ :- بہت سے ایسے اللہ کے بندے ہیں کہ ظاہری صورت میں پراگندہ مو غبار آلود کس مپرس، لیکن خدا کے یہاں انکی مقبولیت کا یہ عالم ہے، کہ اگر کسی وقت قسم کھا بیٹھیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام اس طرح کرے گا تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھے گا۔) ۱۲

Marfat.com

کے واسطے کافی ہے" حضرت صاحبؒ نے اپنے دستِ مبارک سے شجرہ بھی ارزانی فرمایا، اور کچھ کتابیں بھی مرحمت فرمائیں، اور پوچھا، کہ: "کدھر سے جاؤ گے؟" میں نے عرض کیا، کہ: "آبسون ہوکر" حضرتؒ نے فرمایا: "نہیں ادھر سے نہ جانا، بلکہ اس طرح جانا" اور پھر جو راستہ بتایا، اُس کی تفصیل ارشاد فرمائی، حضرت صاحبؒ نے کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا، اور پڑھا: "استودع اللہ دینکم وخواتیم اعمالکم" اور فرمایا: "جاؤ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا" میرے آنسو برابر جاری رہے، اور اسی طرح سلام کرکے روانہ ہوگیا (ناچیز راوی عرض کرتا ہے، کہ بابا صاحب مرحوم اس واقعہ کو نیز دوسری حاضریوں میں دیکھے سنے ہوئے بہت سے حالات کو عمر بھر لطف و محبت کے ساتھ بیان فرماتے رہے، لیکن اس سے زیادہ طویل کوئی بات نہیں بیان فرمائی، نیز یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے جو توجہ دی تھی وہ اس وقت اور اس کے بعد عرصہ تک کچھ بھی محسوس نہ ہوئی سوا اس کے اللہ اور اللہ والوں کی محبت دل میں بیٹھ گئی ہے، گناہوں سے گھن پیدا ہوگئی ہے، اللہ پاک کے ذکر کا ذائقہ بھا گیا ہے، ہاں آخر عمر میں بابا صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اب دل میں اثر پاتا ہوں، اور انشاء اللہ حضرتؒ کی توجہ مرتے وقت کام آئے گی، پھر واقعی مرتے وقت خوب کام آئی۔

Marfat.com

مکتوبِ لطیف

از مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی (سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)

"اس وقت حضرت مولانا کے دیکھنے والوں اور اُن سے تعلقِ بیعت رکھنے والوں میں جو حضرات اہلِ علم ابھی بقیدِ حیات ہیں، اُن میں ہمارے مخدوم جناب مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب بھی ہیں[1]، راقم نے مولانا سے درخواست کی تھی کہ وہ بھی اپنی حاضری گنج مراد آباد کے حالات تحریر فرمائیں، اُس کے جواب میں آپ نے جو مکتوب تحریر فرمایا ہے، وہ درج ذیل ہے:"

میں ۱۳۱۲ھ میں پہلی بار گنج مراد آباد حاضر ہوا، اس وقت بجز اس کے کہ میں مولانا کی زیارت کروں کوئی اَور غرض نہ تھی اس وقت کانپور میں میرا قیام تھا خربوزوں کا موسم تھا، وہاں کے خربوزے شیرینی میں مشہور تھے، اِس لئے میں نے کچھ خربوزے خدمت میں پیش کرنے کے لئے ساتھ لے لئے، چند طلبہ بھی میرے ساتھ تھے، گنج مراد آباد کے قریب جو ایک ندی پڑتی ہے اُس کو اُتر کر اس کے کنارے بیٹھ گئے، ایک طالبِ علم نے مجھ سے کہا کہ مولانا کے یہاں تو بڑے بڑے لوگ مرید ہیں، اَور بڑے بڑے تحفے اَور ہدیئے لاتے ہوں گے، آپ کی ان خربوزوں کی کیا قدر ہوگی، انھیں یہاں ہی کھا لیجئے، اسوقت میرے خیال میں بھی یہ بات آگئی تو میں نے کہا کہ اچھا کھا لو، مگر فوراً ہی مجھے خیال ہوا کہ بزرگوں کے یہاں چیز کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، بلکہ اخلاص اَور محبّت کو دیکھتے ہیں، اِس لئے میں نے ان کو کھانے سے روک دیا، اَور خربوزے خدمت میں پیش کر دیئے، آپ حجرے میں تھے، اَور چند اَور لوگ بھی گرد بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے خربوزے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا، اَور فرمایا کہ اَب تک ہم نے خربوزے

---

[1] افسوس ہے کہ یوم پنجشنبہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو اپنی کوٹھی نور منزل (علی گڑھ) میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

نہیں کھائے، اور نہ کوئی ہمارے پاس لایا، یہ فرما کر ایک خربوزہ ہاتھ میں اٹھایا اور اس پر گھونسا مار کر توڑا، اور نکال کر ٹکڑوں کو کھانا شروع کیا، اور شیرینی کی بہت تعریف کی، غالباً یہ اس طالب علم کی بات کا جواب تھا جس کو آپ نے اس طریقہ سے ظاہر فرمایا۔

مجھے معلوم تھا کہ آپ سے آخر شب میں ملاقات اچھی ہوتی ہے، اس لئے میں رات کو تین بجے اٹھ کر خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک چھپر کے نیچے تھے اور کچھ ترشح بھی ہو رہا تھا جب میں چھپر کے اندر داخل ہوا تو پوچھا کون؟ اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، وہاں بیٹھنے کی کوئی چیز نہ تھی بجز اس کے کہ آپ کی بانس کی ایک چارپائی تھی اور چند کڑیاں عمارتی پڑی تھیں، میں ایک کڑی پر بیٹھ گیا، میں نے عرض کیا کہ کوئی دعا ایسی تبلائیے کہ جس سے نماز میں دل لگے اور نماز کا ثمرہ مرتب ہو، آپ نے ایک دعا بتائی جو اس وقت مجھے یاد نہیں اور یہ وہ دعا تھی جو حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے مجھے بتائی تھی۔

پھر فرمایا کہ ہماری ایک ماما تھی اس کا انتقال ہو گیا تو ہمیں فکر ہوئی کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، پھر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا، اس کے بعد فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کو بہت یاد کرتے تھے، اور چاہتے تھے کہ میری تیمارداری ان کے گھر میں ہو، تم جانتے ہو کہ آنحضرتؐ نے ایسا کیوں کیا؟، فرمایا کہ پیغمبر کے پاس بوقت انتقال جو شخص ہوتا ہے، علم نبوت کا ایک حصہ اس کو ملتا ہے، اور جتنا قرب ہوتا ہے اتنا ہی اس حصہ میں زیادتی ہوتی ہے، اور آپ جانتے تھے کہ اس بار کا کوئی متحمل نہیں بجز حضرت عائشہؓ کے، چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں:- بین صدری ونحری - اس لئے آپ ان کو یاد کرتے تھے اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔

دوسری بار کی حاضری میں بیعت کی، دوسری بار کی حاضری میں کوئی خاص بات پیش نہیں آئی،

Marfat.com

جو قابلِ ذکر ہو، اور پھر تیسری بار حاضری بھی نہیں ہوئی، اُپنے ساتھ جو گزرا وہ لکھ دیا، دوسروں سے سُنے ہوئے حالات بہت کثیر ہیں جن کے لئے دفتر درکار ہے، بعض مولویوں کے ساتھ جو معاملات پیش آئے، وہ مجملاً لکھنا ضروری سمجھتا ہوں :-

(۱)

مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ نے اوّل جو صحیح بخاری چھپوائی اُس کا ایک نسخہ لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیش کیا اور کہا کہ میں نے اس کی تصحیح میں بہت کوشش کی ہے اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو حضور اس کو بتائیں، فرمایا ہاں، اور ایک صفحہ لوٹا اور ایک سطر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ لفظ غلط ہے، پھر دو تین ورق لوٹے اور اسی طرح ایک غلطی بتائی، چنانچہ چار پانچ غلطیاں ان کو دکھلائیں ______ مولانا احمد علی صاحب وہاں سے اُٹھے تو فرمایا یہ کیسی بات نہیں ہے، وہبی بات ہے۔

(۲)

مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی ایک بار خدمت میں حاضر ہوئے، لکھنؤ سے گنج مراد آباد تک جو سیدھا راستہ ہے وہ اتنا نہیں ہے جس میں نماز کا قصر کیا جائے، لیکن مولوی عبدالحی صاحب ایک ایسے راستہ سے آئے جس میں قصر کیا جا سکتا تھا، مگر انھوں نے سمجھا کہ جب اصلی راستہ میں قصر نہیں ہے تو اس راستہ میں بھی قصر نہ کرنا چاہئے، مولانا نے فرمایا کہ قصر کرو، مولوی عبدالحی صاحب فرماتے تھے کہ جب میں نے کتابوں کی طرف مراجعت کی، تو وہی بات صحیح پائی جو مولانا نے فرمائی تھی۔

(۳)

مولوی عبدالحق مفسّر حقانی اپنی تفسیر لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر پیش کی، اور عرض کیا کہ یہ تفسیر میں نے لکھی ہے، اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو مجھے مطلع فرمائیں، آپ نے فرمایا :-

Marfat.com

والی الا ابل کیف خلقت کی کیا تفسیر تم نے کی ہے، انھوں نے وہی معنی جو عام مفسرین لکھتے ہیں بتادیئے، اس پر آپ نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ ایسی ہی تفسیر لکھی ہے، ابل کے معنی یہاں ابر کے ہیں۔

(۴)

مولوی بشیر الدین سہسوانی جن کا رجحان اہلِ حدیث کی طرف تھا، وہ حاضرِ خدمت ہوئے ان کے دل میں چند شکوک شرح وقایہ کی عبارت پر تھے، جو ایسے تھے کہ جن سے حنفیت پر زد پڑتی تھی انھوں نے ان شکوک کو مولانا کے سامنے پیش کرنے کا قصد کیا، اسی اثناء میں مولانا گھر کے اندر سے باہر تشریف لائے، اور مولوی بشیر الدین سے کہا کہ جنگل کی ہوا کھائیں گے، راستہ میں قبل اس کے کہ مولوی صاحب اپنے شکوک پیش کریں، مولانا نے وہ خود ان سے مع جوابات کے بیان فرمائے جن سے مولوی صاحب کا بیان تھا کہ ان کی تشفی ہو گئی۔

(۵)

مولانا کے یہاں درس صحیح بخاری ہوتا تھا جس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے، جا بجا کہیں غلطی کتابت ہوتی تو قلم دوات لا کر صحیح کرتے جاتے، اتفاق سے دوات خشک تھی، قلم نہ چلتا تھا، حاضرین میں سے ایک صاحب نے مسجد کے لوٹوں سے ایک الٹا کر دوات میں پانی ڈال دیا، مولانا کی نگاہ نیچی تھی نہ دیکھا، جب قلم پڑا تو ناخوش ہوئے کہ بے تمیز وضو کرنے والوں کا ماء مستعمل دوات میں ڈال کر روشنائی خراب کردی، اب میں اس سے حدیث لکھوں۔

(۶)

قرآن مجید کا ایک ترجمہ بھاشا کا مولانا فرماتے تھے کہ :- میں نے دیکھا ہے۔

Marfat.com

۷

چند کلمات قرآن وحدیث کے غیر متداول معنی بتایا کرتے تھے۔

حتی یلج الجمل فی سم الخیاط، یہاں جمل کے معنی اونٹ کے نہیں، بلکہ کشتی کے لنگر کے معنی میں ہے، یہ معنی لغت میں مذکور ہیں۔

صحیح مسلم میں یضربون مشارق الارض ومغاربھا کے معنی حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سے متبسم ہو کر فرمائے کہ پورب پچھم مارے مارے پھرتے تھے، چنانچہ مولوی محمد بدالدین صاحب نے کلام لطف میں اس کا واقعہ لکھا ہے۔

Marfat.com

اَولاد و احفاد

مولانا کا پہلا عقد اپنے ہی خاندان ملّاواں میں محمد عطاء اللہ صاحب ولد مولوی غلام امام صاحب کی دختر سے ہوا، جن سے دو صاحبزادے اوّل شاہ عبدالرحمٰن صاحب بعدہٗ شاہ عبدالرحیم صاحب ہوئے، شاہ عبدالرحمٰن صاحب سے ایک صاحبزادہ ہوئے جن کا نام بھی عطاء اللہ صاحب تھا، مگر ان کی اولاد سب صغر سنی میں فوت ہو گئی۔

آپ کے دوسرے صاحبزادہ مولوی شاہ عبدالرحیم صاحب کے دو لڑکے ہوئے، اوّل شاہ تبارک حسین دوسرے شاہ حامد حسین، عرف مدے میاں، پھر ایک دختر ہوئیں جو مولوی محمد رضا صاحب سندیلوی کو منسوب ہوئیں، ان صاحبزادی کی پیدائش کے کچھ روز بعد ہی مولانا کی حرم اوّل کا انتقال ہو گیا۔

آپ کا دوسرا عقد گنج مراد آباد میں ہوا، یہ خاتون نواب مراد شیر صاحب علوی کے خاندان سے تھیں، جن کے نام پر قصبہ کا نام مراد آباد ہے، ان کے بطن سے دو صاحبزادے احمد میاں صاحب اور سید محمد عرف سیدو میاں صاحب اور ایک صاحبزادی شفقت بی بی پیدا ہوئیں، حرم دوم کا سنہ ۱۳۰۲ھ میں انتقال ہو گیا، کئی برس بعد آپ نے مسماۃ مریم بی بی سے جو عرب سے آئی تھیں نکاح کیا، وہ آپ کی وفات کے بعد ۱۴، ۱۵ سال زندہ رہیں۔

مولانا احمد میاں صاحب کے دو صاحبزادے ہیں، رحمۃ اللہ میاں صاحب سجادہ نشین بڑے صاحبزادے، اور نعمت اللہ میاں صاحب چھوٹے صاحبزادے، رحمۃ اللہ میاں صاحب کی دو اولادیں ہوئیں، جو صغر سنی میں فوت ہو گئیں، نعمت اللہ میاں صاحب کے ایک بیوی سے

Marfat.com

دو۲ صاحبزادے افضال الرحمٰن اور احمد الرحمٰن اور دوسری بیوی سے تین۳ صاحبزادے آفاق الرحمٰن ولی الرحمٰن اور جلیل الرحمٰن اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔[۱]

---

[۱] افضال رحمانی، ساتواں باب باختصار ۱۲۔

الحمد للہ والمنۃ کہ آج یوم چہار شنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ
مطابق ۲۵ جون ۱۹۵۸ء کو
دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں
یہ کتاب
مکمل ہوئی

Marfat.com

Marfat.com